مسلکِ اسلافِ اہلسنّت

دربارۂ

عصمتِ اجتہادِ انبیاء وعظمتِ اہلِ بیت وصحابہ

علیهم الصلوٰة والثناء

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله المختار وعلی آله واصحابه الاطهار

صحابہ کا مقام

حضراتِ صحابہ جنہوں نے ایمان کی دولتِ دائمی کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیهم وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور شرفِ صحبتِ بارگاہِ رسالت کی نعمتِ جاودانی پائی **مہاجرین انصار** اور **اہلِ بیت** ان کا مقام کیا ہے؟......

اہلسنّت کے عقیدہ کی کتابوں یعنی شروح وحواشی نہیں بلکہ متنِ عقائد اورفہرستِ عقائدِ اہلسنّت میں ہے کہ

یُکَفّ عن ذکر الصحابة الا بخیر [متنِ عقائد نسفی]	صحابہ کا تذکرہ اچھے طریقہ سے کرنا واجب ، اور اس کے ماسویٰ طریقہ سے پرہیز لازم۔

علامہ تفتازانی نے شرح میں اس عقیدۂ اہلسنّت کی دلیل میں فرمایا

لِمَا رُوِی فی الاحادیث الصحیحة من مناقبهم و وجب الکَفّ عن الطعن فیهم لقوله علیه السلام :	کیونکہ صحابہ کی خوبی وفضائل میں احادیثِ صحیحہ وارد ہیں اورصحابہ پر طعن و اعتراض سے پرہیز واجب فرما رہی ہیں۔ جیسے یہ ارشادِ اقدسِ حضورسیدِ عالم صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کہ
لا تَسُبُّوا اصحابی فلو اَنَّ احدکم اِن انفق مثلَ اُحُد ذَهَبًا ما بلَغ مُدَّ	میرے صحابہ کو برا نہ کہو تم میں اگر کوئی اُحُد پہاڑ برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک چوتھائی

--- المُدُّ بالضم : مِکْیَالٌ : مُدّ ایک پیمانہ ہے۔ [تاج العروس]. مُدّ کی مقدار رُبُع صَاع ہے ، صاع کا چوتھائی حصہ۔ [عمدة القاری۱۶/۲۶۱]

انما قَدَّر به لانه اقلّ ما کانوا یتصدَّقون به فی العادة. [عمدة القاری۱۶/۲۶۱ ، تاج العروس]	تصدق کی ایک چوتھائی صاع مقدار اس لیے ارشاد فرمائی کہ عادةً صحابہ کم سے کم اتنا تصدق فرماتے تھے۔

احدهم ولا نصيفه.

صاع کیا اُس کے آدھے تصدق کو بھی نہیں پہنچے گا۔

ولقوله عليه السلام :

اور یہ ارشادِ پاک

اكرموا اصحابی فانهم خياركم. الحديث.

میرے صحابہ کی عزت کرو تعظیم کرو کیونکہ وہ تمہارے نیک و برگزیدہ ہیں۔

ولقوله عليه السلام :

اور یہ ارشادِ پاک

اللّٰه اللّٰه فی اصحابی لا تتخذوهم غَرَضًا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللّٰه ومن آذی اللّٰه فيُوشَک ان يأخذه.

اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں۔ انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد۔ جو ان سے دوستی رکھتا ہے میری محبت کے سبب ان سے دوستی رکھتا ہے ، اور جو ان سے کینہ رکھتا ہے وہ میرے بغض کے سبب ان سے بیر رکھتا ہے ، اور جس نے انہیں ایذاء دی اُس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اُس نے اللہ کو ایذاء دی ، اور جس نے اللہ کو ایذاء دی سو قریب ہے کہ اللہ اُسے گرفتار کرے۔

[مطلع القمرین ص۳۷]

ثم فی مناقب كل من ابی بكر و عمر وعثمان وعلی و الحسن والحسين وغيرهم من اكابر الصحابة احاديث صحيحة.

پھر حضرتِ ابوبکر حضرتِ عمر حضرتِ عثمان مولیٰ علی امام حسن امام حسین وغیرہ بڑے بڑے صحابہ میں سے ہر ایک کے فضائل میں احادیثِ صحیحہ ہیں۔

وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل و تاويلات. [شرحِ عقائد طبع مجلس البرکات ص۱۵۵ ، ۱۵۶]

اور جو نزاعات اور جنگیں اُن کے آپس میں ہوئیں وہ بہتر پہلو اور صحیح تاویل رکھتی ہیں۔

اسی کا لحاظ نہ کر کے روافض

ع آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

میں مبتلاء ہوئے اور ہلاکت و گمراہی کے گڑھے میں گرے۔

اہلسنّت کو تو اپنے عقیدے سے آگاہ اور تمام صحابہ .... **مہاجرین و انصار و اہلِ بیت** .... کے مقام و مرتبہ سے باخبر رہنا چاہیے۔ آخر تمہارا اُحُد پہاڑ برابر سونا اُن کے کلو آدھا کلو کھانا خیرات کرنے کے بھی برابر کیوں نہیں؟.....

وہ دل جس میں حضوریِ بارگاہِ رسالت کے انوار سے محبتِ الٰہی کے غلبہ نے ماسویٰ کو خاکستر کر دیا ،

جس میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جذبۂ جاں نثاری و حالتِ خود رفتگی کا وہ طوفان کہ سمندر کی طغیانی اُس کے سامنے ماند اور پھر عقل و دانائی وہ کہ اپنے قلب واعضاء پر حکمِ الٰہی و رسالت پناہی کی زِمام وہ حکم کے بندے حکم کے غلام۔ خود اُنہیں فراخی نہیں اور پھر اپنے مومن بھائی پر تصدق کر رہے ہیں

اے عزیز! انفتاحِ قلوبِ اصحاب و انشراحِ صدرِ ایشاں ہر زمان از یمن تاثیرِ صحبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بودے تا قلوبِ ایشاں را بصدق واخلاص با خورشید قلبِ رسول مقابلہ افتادہ بود ہر لحظہ و ہر لمحہ چنداں انوارِ دینی و اسرارِ یقینی بر دلہائے ایشاں فائض گشتی کہ در حیزِ تحریر و تقریر نیاید۔

[سبع سنابل شریف ص١٦ ، مترجم ص١٧]

اے عزیز! ہمہ اوقات صحابہ کے دلوں کی کشادگی اور اُن کے سینوں کی فراخی حاضریِ بارگاہِ رسالت علیہ التحیۃ والثناء کی تاثیر کی برکت سے تھی یہاں تک کہ اُن کے دل صدق و اخلاص کے ساتھ صاف شفاف آئینہ ہو کر خورشیدِ قلبِ رسالت کے سامنے ہو گئے ہر گھڑی ہر لمحہ صحابہ کے دلوں پر انوارِ دینی و اسرار ورازہائے یقینی کا اس قدر فیضان ہوا جو احاطۂ بیان سے وراء اور دائرۂ تحریر میں آنے سے باہر ہے۔

یہ دل یہ جذبہ یہ شرف یہ دانائی یہ ایثار دوسرا کہاں سے لائے گا؟....... واقفِ اسرارِ خفی و جلی حضرتِ مولویِ معنویِ رومی قُدِّسَ سِرُّہُ الْقَوِیّ نے کیا خوب فرمایا اور ایک کھلی مثال سے سمجھایا ہے کہ

؎ کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس مت کرو صورت میں وہ کام تمہارے کاموں جیسے نظر آتے ہیں مگر حقیقت اُن کی کچھ اور ہے۔ جیسے شیر [بیائے مجہول] اور شیر [بیائے معروف] لکھنے میں دونوں کا نقش ایک جیسا ہے اور حقیقت دونوں کی بہت مختلف۔

اُن کے غلاموں کے غلام تو دنیا کو تاکتے نہیں وہ بھلا دنیا کب چاہیں گے؟.......

ہاں وہ **حکمِ الٰہی** جَلَّ وَ عَلَا کی بسروچشم **تعمیل** چاہتے ہیں۔

میراث قابلِ معافی نہیں

ترکہ پروردگارِ عالَم نے وارث کی مرضی پر نہ رکھا بلکہ وہ تقسیمِ الٰہی ہے جسے وارث کو خواہی نخواہی قبول کرنا ہی ہے۔ نہ لینا چاہے تو تقسیم کرا کے اپنے قبضہ میں لے کر پھر جسے چاہے دے دے ہبہ کر دے یا بلاتقسیم کسی شریکِ وراثت کو بیچ کر قیمت اُسے معاف کر دے۔

—" ترکہ معاف کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا۔ اگر وارث یہی ہیں تو حسبِ شرائطِ فرائض زید کا ترکہ آٹھ حصہ ہو کر ایک حصہ بی بی کو اور چار حصہ زید کی لڑکی کو اور تین بھتیجے کو ملیں گے اور اگلے

شوہر کی بیٹی کچھ نہ پائے گی۔ بھتیجا اگر نہ لینا چاہے تو لے کر تقسیم کرا کر پھر زید کی دختر کو ہبہ کر کے قبضہ دیدے ، یا یونہی بلا تقسیم اپنا حصہ اُس کے ہاتھ بیچ کر قیمت اُسے معاف کر دے "—

[فتاوی رضویہ ۴۹۳/۱۰ ، مترجم ۳۵۵/۲۶]

تو وہ اس **حکمِ الٰہی** کی **تعمیل** کے خواہاں ہوتے ہیں۔

نیک وارث کی نظرِ اسلاف میں قدر

اور **ہاں** وہ اپنے نیک وارث کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں لہذا اپنے بارے میں تو بے پروا ہوتے ہیں مگر اپنے نیک وارث کی تونگری و فارغ البالی محبوب رکھتے ہیں اور تنگدستی نا گوار۔ جیسا کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قریبِ وصال اپنی صاحبزادی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

—" عالمِ مدینہ امام مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ صدیقِ اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے اُن کا جو مال غابہ میں تھا اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المؤمنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں پر سے اتروالیں۔ جب صدیقِ اکبر کے وصال کا وقت آیا ام المؤمنین سے فرمایا: اے پیاری بیٹی! خدا کی قسم کسی شخص کی تونگری مجھے تم سے [زیادہ] محبوب نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی تمہارے برابر مجھ پر دشوار نہیں۔ اور میں نے تم کو بیس وسق چھوہارے ہبہ کیے تھے کہ درختوں پر سے اتروالو۔ تو اگر تم نے وہ کٹوا کر قبضے میں کر لیے ہوتے تو وہ تمہارے ہوتے۔ اور آج تو وارث کا مال ہے۔ اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں۔ تو اسے حسبِ فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔ "—

[دولتِ مکیہ ص ۳۴۹ ، ۳۵۱]

یہاں یہ بھی دیکھو!

کہ ام المومنین جیسی صاحبزادی سے بڑھ کر کوئی اولاد پیاری نہیں مگر وہ بے پناہ درد بے پناہ پیار اُنہیں حکمِ الٰہی کے دائرے سے باہر نہیں لاتا وہ بہرحال اپنی پوری طاقت وہمت سے اللہ ورسول کے حکم کی تابعداری کو مضبوط تھامے رہنا چاہتے ہیں۔ جَلَّ وَعَلَا وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ.

سیدہ فاطمہ کی شانِ زُہد

امام ابو نُعَیم اصفہانی نے آپ کی سیرت لکھنے سے پہلے عنوان ہی میں آپ کا تذکرہ ان اوصاف سے کیا

ومن ناسكات الاصفياء وصفيات الاتقياء فاطمة رضى الله تعالىٰ عنها السيدة البتول البعضة الشبيهة بالرسول الوط اولاده بقلبه لصوقا واولهم بعد وفاته به لحوقا كانت عن الدنيا و متعتها عازفة وبغوامض عيوب الدنيا وآفاتها عارفة.

[حلية الاولياء ۲/۳۹]

برگزیدہ عبادت گذار اور چنیدہ اہلِ تقویٰ خواتین میں سے ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا خواتینِ امت میں سب سے نرالی شان والیں ہم شبیہِ رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سب اولادوں سے بڑھ کر حضور کو پیاری اور بعدِ وصالِ اقدس سب سے پہلے حضور سے ملنے والیں **دنیا اور متاعِ دنیا سے روگرداں** اور دنیا کے عیوب و آفات کو خوب سمجھنے والیں۔

سیدہ فاطمہ کا مطالبۂ میراث

ان پاک نفوس کے مقام و مرتبہ شانِ استغناء اور جذبۂ طاعتِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھ کر وہ نزاع دیکھنا چاہیے جو خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہراء کا حضرتِ صدیقِ اکبر سے میراث کے مطالبہ میں ہوا۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما.

بخاری شریف میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

ان فاطمة عليها السلام ابنة رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم سأَلت ابا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم اَن يقسِم لها ميراثها ما ترك رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم مما افاء الله عليه ، فقال لها ابو بكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

﴿ لا نُوْرَث ما تركنا صدقةٌ ﴾

فغضِبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجَرت ابا بكر فلم تزَل

خاتونِ جنت فاطمہ زہراء شاہزادیِ رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصالِ اقدس کے بعد صدیقِ اکبر سے تقسیمِ میراث کا مطالبہ کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مال چھوڑا ہے جو اللہ نے اپنے محبوب کو بغیر جہاد بطورِ فیئ عطاء فرمایا اُس میں سے میرا حصہ مجھے دیجیے صدیقِ اکبر نے کہا اللہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

﴿ہم میراث نہیں چھوڑتے جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے﴾

خاتونِ جنت ناراض ہوگئیں صدیقِ اکبر سے ہجر و دوری

مُهاجِرتَه حتى تُوُفِّيَت وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة اشهر.

قالت وكانت فاطمة تسأَل ابا بكر نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر و فَدَك وصدقته بالمدينة فأَبىٰ ابوبكر عليها ذلك وقال لست تاركا شيئا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل به الا عمِلت به فانى اَخشىٰ اِن تركت شيئا من امره اَن ازيغ.

[بخاری شریف کتاب الجهاد والسیر]

کرلی اورتادمِ وفات دوری رکھی جبکہ وصالِ اقدس کے بعد چھ مہینہ باحیات رہیں۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں خیبر فدک اور مدینۂ طیبہ میں موجود صدقہ جو میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا تھا خاتونِ جنت اس میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرتی تھیں حضرتِ ابوبکر نے نہ مانا اور فرمایا میں نے اپنے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو کچھ برتتے دیکھا ہے ضرور وہی برتوں گا اُس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ کچھ بھی چھوڑوں تو ڈرتا ہوں کہ حق سے برگشتہ نہ ہو جاؤں۔

ناراضگی و ہجران پر اشکال

شیخ محقق عبدالحق دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے یہ روایت اوراس واقعۂ طلبِ میراث سے متعلق صحاح احادیث کی اور بھی روایات کا ترجمہ بزبانِ فارسی پیش کرکے سلسلۂ اشکال میں فرمایا

مشکل ترین قضیۂ فاطمہ زہراء است رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا زیرا کہ اگر بگویم کہ وے رضی اللہ تعالیٰ عنہا جاہل بود بایں نسبت بعید ست واگر التزام کنیم کہ شاید اتفاق نیفتاد اورا سماعِ ایں حدیث از آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم مشکل می شود کہ بعد از سماعِ حدیث از ابی بکر وشہادتِ صحابہ برآں چگونہ قبول نکرد و در غضب آمد واگر غضب پیش از سماعِ حدیث بود چرا برنگشت از غضب تآ نکہ بامتداد کشید وتا زندہ بود مہاجرت کرد ابوبکر را چنانکہ روایت می کند۔ [اشعة اللمعات ۳/۴۸۰]

بھاری اشکال سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے۔ وہ حدیث لا نورث الخ کو نہ جانیں یہ اُن کی شان سے بعید ہے۔ اور مان لیں کہ شاید اُنہیں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیثِ پاک سننے کا اتفاق نہیں ہوا تو صدیقِ اکبر سے یہ حدیث اور صحابہ کی اس پر گواہی سننے کے بعد اس حدیثِ پاک کو قبول کیسے نہ کیا؟...... اور ناراض کیسے ہوگئیں؟...... اور ناراضگی اگر حدیثِ بالا سننے سے پہلے تھی تو سننے کے بعد اسے ختم کیوں نہ فرما دیا؟...... یہاں تک کہ وہ برقرار رہی اور تا حیات حضرتِ ابوبکر سے دوری وہجران رکھا جیسا کہ روایت میں ہے۔

حضرت شیخ نے مدارج میں اس اشکال کا ایک جواب نقل کرکے اشارہ کیا کہ رنجیدگی اگر طبعی چیز تھی

طبعی طور پر آ گئی تھی تو اس کا برقرار رہنا یہ پھر اشکال ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے

میگویند کہ ایں رنجیدن بحکمِ طبیعت بود ، اما دوام و استمرارِ آن غرابت ست۔ [مدارج النبوۃ ۲/۵۷۳]

کہتے ہیں یہ ناراضگی و رنجیدگی بشری تقاضائے طبیعت سے تھی۔ لیکن اس کا برقرار رہنا یہ پھر اشکال ہے۔

رفعِ اشکال

مگر اشعة اللمعات میں علامہ کرمانی سے یہ جواب نقل فرمایا ہے

کرمانی در شرحِ بخاری گفتہ اما غضبِ فاطمہ رضی اللہ عنہا پس امرے بود کہ حاصل شد بر مقتضائے بشریت و ساکن شد بعد ازاں۔

واما ہجران مراد بآں انقباض و کوفتِ طبیعت ست از ملاقات نہ ہجرانِ محرم از ترکِ سلام و مانندِ آں۔ انتهى.

[اشعة اللمعات ۳/۴۸۰]

علامہ کرمانی نے شرحِ بخاری میں اس اشکال کے جواب میں کہا : وہ ناراضگی ایک بشری تقاضا تھا جو بعد میں جاتی رہی۔

اور ہجران و دوری سے مراد ہے طبیعت میں ملنے ملاقات کرنے کی امنگ نہ پائی بلکہ طبیعت کو ملنے ملاقات کرنے سے پیچھے ہٹتا ہوا پایا اس لیے ملاقات پر اقدام نہ کیا۔ یہ نہیں کہ ملنے کی نوبت آجائے سامنا ہو جائے اور پھر نہ ملیں سلام وغیرہ نہ کریں۔ اور ہجران و دوری جو حرام ہے وہ یہی ہے۔

فتح الباری میں ہے

وقد قال بعض الائمة انما كانت هِجرتها انقباضا عن لقائه والاجتماع به وليس ذلك من الهِجران المحرَّم لان شرطه ان يلتقيا فيُعرِض هذا و هذا.

[فتح الباری کتاب فرض الخمس ۷/۲۶۴]

بعض ائمہ نے کہا : اُن کا ہجران محض یہ تھا کہ طبیعت میں ملاقات کی **چاہت و امنگ نہ** ہوئی۔ اور **یہ وہ ہجران نہیں جو حرام ہے۔** کیونکہ وہ ترکِ تعلق جو حرام ہے وہ وہ ہے کہ آمنا سامنا ہو جائے اور پھر ایک دوسرے سے منہ پھیر لے۔

یہ بات وہی ہے جو علامہ کرمانی نے شرحِ بخاری میں کہی ہے تو وہ بعض ائمہ غالبًا یہی ہیں۔

بہرحال یہ علامہ کرمانی نے ناراضگی و ہجران دونوں کی توجیہ کر کے دونوں سے اشکال دور کیا ہے۔ ہجران سے یوں کہ وہ وہ ہجران نہ تھا جو شرعاً حرام ہے۔ اور ناراضگی سے یوں کہ وہ بشری تقاضے سے تھی اور اُسے دوام

لــه اس اشکال کا جواب خود شیخ محقق قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مدارج میں روایتِ بیہقی سے دیا ہے جو آئندہ درج ہے۔

ســه اما هجرانها فمعناه انقباضها عن لقائه وعدم الانبساط ، لاهجران المحرّم من ترک السلام ونحوه.

[بخاری بشرح الکرمانی ۱۶/۱۱۲]

نہ ہوا بلکہ وہ بعد میں جاتی رہی۔

علامہ **بحر العلوم** عبدالعلی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس ہجران ودوری کو **زَلّت** کے تحت شمار کیا۔

فواتح میں ہے

وکذا یجوز علیهم الزَلّة ، وهی وقوعهم فی امر غیر مناسب لمرتبتهم من غیر تعمد کما وقع من سیدة النساء فاطمة الزهراء رضی اللّٰه تعالیٰ عنها من هِجُرانها خلیفةَ رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آله واصحابه وسلم حین منَعها فَدَکَ من جِهَة المیراث ، ولا ذنب فیه.

[فواتح الرحموت ۲/۲۷۹]

یونہی اہلِ بیت سے زَلّت ہونا ممکن ہے۔ زَلّت کا معنی ہے : اُن سے بغیر اپنے قصد کے ایسی بات وقوع میں آنا جو اُن کے شایانِ شان نہیں۔ جیسے سیدہ خاتونِ جنت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے پہلے خلیفۂ راشدِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ جو ہجران ودوری کا برتاؤ وقوع میں آیا جبکہ حضرت صدیق نے اُنہیں فَدَک بطورِ میراث دینے سے انکار فرمایا۔ اور اس زَلّت ...... یعنی خاتونِ جنت سے ہجران کے وقوع ...... میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

امام اہلسنّت نے ''فواتح'' حضرت بحر العلوم پر اپنے حاشیہ رحمة الملکوت میں اس مقام پر کوئی کلام نہ کیا جس کا ظاہر یہ ہے کہ ہجران کی یہ توجیہ امام اہلسنّت کی نظر میں بھی مقبول ہے۔

بہرحال ''فواتح'' میں حضرت بحر العلوم نے زَلّت کی تعریف میں جو فرمایا ''من غیر تعمد : یعنی بغیر اپنے قصد وارادہ کے بغیر اُس طرف دھیان گئے'' یہ باریک اور اہم بات ہے اس سے غفلت ہی خلجان میں مبتلاء کرتی ہے۔ روافض اگر ع

آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

میں ڈوبیں تو وہ ایک وہم پرست قوم ہیں۔ لیکن اہلسنّت کو تو باشعور رہنا چاہیے اُنہیں تو یہ نصیحت ہے کہ

؎ کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر وشیر

کلامِ فواتح ''من غیر تعمد'' کا مطلب ہے کہ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو ہجران واقع ہوا اس میں اُن کا قصد نہ تھا۔ جیسے نہایت غم وکرب میں مبتلاء آدمی کو تاج محل اچانک نظر آجائے اور اُس کی نظروں میں بھا جائے تو اس پسندیدگی میں اُس کا قصد نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اپنے غم وکرب میں مبتلاء ہے جو کسی اور طرف قصد ودھیان کی اُسے مہلت نہیں دیتے۔ سیدہ فاطمہ تو جس غم وکرب میں تھیں اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟..... اللہ کے پیارے محبوب صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کا وہ غم وہ الم اُنہیں تھا کہ بعد وصالِ اقدس کبھی کسی نے اُنہیں مسکراتے نہیں دیکھا۔

ندیدہ بود کسے اورا بعداز وفاتِ پیغمبر صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تبسم کردہ باشد ازجہتِ غم واندوہ۔ [اشعۃ اللمعات ۳/۴۸۱]

اور صرف چھ مہینے حیاتِ دنیوی اُنہوں نے گذارکر وصال فرمایا۔

علامہ ابنِ حجرعسقلانی نے نقلِ سابق بعض ائمہ کے بعد فرمایا

وکأن فاطمة علیها السلام لما خرجت غَضْبیٰ من عند ابی بکر تَمادَتْ فی اشتغالها بحُزنها ثم بمَرَضها. [فتح الباری کتاب فرض الخمس ۷/۲۶۴]

گویا سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے جب ناراض ہوکر گئیں توبرابر [فراقِ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے] اپنے غم وحزن پھر [اُس غم کےاثر سے] مرض میں رہیں۔

توہجران کے قصد اور ادھر دھیان کی اُنہیں کب فرصت تھی؟.....

متروکۂ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم و مصرف

جومال میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوڑکر وصال فرمایا اُس کاحکم کیاہے؟..... میراث یا صدقہ؟..... یعنی صدقۂ عامّہ جوتمام مسلمانوں میں مشترک ہو اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کے لیے ہو۔ [جیساکہ اشعۃ اللمعات نیز تمہید سے آرہاہے] اگرصدقہ تو اُس کامصرف کیاہے؟..... صحابہ وخلفائے راشدین نے اُس مال کےساتھ برتاؤ کیارکھا؟..... میراث کا؟..... یا صدقہ کا؟..... اگرصدقہ کا تو کس پر؟.....

امام ابن عبد البر نے فرمایا

اما المیراث والتملیک فلا یقوله احد الا الروافض. [تمہید ۸/۱۶۰]

میراث وملکیت کا سوائے روافض کے کوئی قائل نہیں۔

واما الروافض فلیس قولهم مما یشتغل به ولا یحکی مثله لما فیه من الطعن علی السلف والمخالفة لسبیل المؤمنین. [تمہید ۸/۱۶۱]

روافض کاقول رویش ببیں وحالش مپرس کا مصداق ہے وہ نقل وروایت کیے جانے کے قابل نہیں کیونکہ اس قول میں سَلَف پرطعن اور سبیلِ مومنین کی مخالفت ہے۔

سَلَف صحابہ ہیں۔ اور سبیلِ مؤمنین اجماع ، جو اُس آیتِ کریمہ سے ماخوذ ہے جسے مسلّم الثبوت میں ثبوتِ اجماع کی پہلی دلیل میں پیش فرمایا۔ چنانچہ

مسلّم و فواتح میں ہے

(الاجماع حجة قطعا. واستدل اولا بقوله ۱ اجماع قطعایقیناً حجت ہے۔ اس پر دلیلِ اول یہ آیتِ

تعالیٰ ﴿ ﴾ [پ۵ آیت ۱۱۵ النساء])	کریمہ ہے ﴿اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اُس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی﴾
فان من اتبع غير سبيل المؤمنين قد استحق الوعيد فاتباعه حرام فهو باطل فيكون سبيل المؤمنين صوابا. [فواتح الرحموت ۲/۲۶۳]	دیکھو! غیر سبیلِ مومنین کی اتباع کرنے والا مستحقِ وعید ہے تو غیر سبیلِ مومنین کی اتباع حرام ہوئی لہذا باطل ہوئی تو سبیلِ مومنین کی اتباع حق و صواب ہوئی۔

جب روافض کا قولِ ملکیت و میراث سبیلِ مومنین کی مخالفت ہے تو ملکیت و میراث کے برخلاف جو قولِ صحابہ ہے ...... یعنی متروکۂ حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا **صدقہ ہونا** .... یہ **اجماعی** ہوا یعنی اجماعی باجماعِ صحابہ۔

اور یہ حضرتِ مولیٰ علی اور حضرتِ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی تسلیم ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرتِ علی و حضرتِ عباس کے حضرتِ عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم کے پاس دوبارہ مقدمۂ تقسیم کی ایک روایت کے بعد فرمایا

فقد بان بهذا الحديث ما ذكرنا من المعنى المطلوب انها ولاية ذلك المال على تلك الحال لا ميراث ولا ملك. [التمهيد لما في المؤطا من المعاني والاسانيد ۸/۱۶۳]	اس حدیثِ پاک سے ہمارا سابقہ ذکر کردہ وہ معنیٰ مقصود واضح ہو گیا کہ حضرتِ علی و حضرتِ عباس کا حضرتِ عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم کے پاس دوبارہ مقدمہ یہ تھا کہ اراضیِ خیبر و فدک و صدقۂ مدینہ طیبہ کی تولیت وانتظام جیسا زمانۂ اقدس میں تھا ویسا ہی رکھنے کی شرط پر دو جگہ بانٹ کر ان کے ہاتھوں میں دے دیا جائے ، یہ نہیں کہ وہ اراضی میراث و ملکیت کے طور پر تقسیم کر کے انہیں دے دی جائے۔

تو اموالِ متروکۂ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میراث نہ ہونا بلکہ صدقہ ہونا حضرتِ علی مرتضیٰ اور حضرتِ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی تسلیم فرما لیا تھا۔

اور امام قاضی عیاض فرماتے ہیں

قوله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم : ((لَا نُوْرَثُ ما تركنا صدقةٌ)) حديث مجتَمع على صحته	اللّٰہ کے رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک ((ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ

و قبوله من اهل السنة.

[اکمال المعلم بفوائد مسلم للامام القاضی عیاض ، کتاب الجهاد ، ۸۹/۶]

صدقہ ہے)) اس حدیثِ پاک کے **صحیح** ہونے اور **مقبول** و واجب العمل ہونے پر **اہلسنّت کا اجماع** ہے۔

اور فواتح میں فرمایا

(وکاحتجاج ابی بکر) الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ (بقولہ) علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ((انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ)) حین سألت سیدۃ النساء فاطمۃ الزھراء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا وعن اولادھا الکرام میراثَھا مِن تَرِکۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ممّا اَفاءَ اللّٰہُ علیہ من خُمُس خیبر وفَدَک ، وعلی ھذا ای **عدم توریث الانبیاء انعقد الاجماع** بھذا الحدیث ، واستمر العمل الی الآن ، لا ینکرہ الا شقی. [فواتح الرحموت ۲۴۹/۱]

حضرتِ ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ اقدسِ حضور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ((ہم میراث نہیں چھوڑتے جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے)) اسے دلیل میں پیش کیا جب سیدۃ النساء فاطمہ زہراء نے ...... اللہ پاک اُن سے اور اُن کی اولادِ پاک سے راضی ہو ...... رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُس چھوڑے ہوئے مال میں سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو براہِ فَیْئ عطاء فرمایا یعنی خیبر کا خمس [پانچواں حصہ] اور فَدَک۔

اور اسی پر یعنی **انبیائے کرام** علیہم الصلوٰۃ والسلام کی **میراثِ مالی نہ ہونے پر** اس حدیثِ لانورث سے **اجماع** منعقد ہوا اور اب تک اس پر عمل چلا آیا اس کا کوئی انکار نہ کرے گا سوائے شقی بدبخت کے۔

یہ صاحبِ فواتح علامہ عبدالعلی فرنگی محلّی قُدِّسَ سِرُّہٗ حمیتِ دینی سے سرشار وہ عالمِ دین ہیں جو طبع کی جولانیوں بحث ومباحثہ کی خامہ فرسائیوں سے دامن کشاں اور روشِ اعتدال وانصاف پر نظر مرکوز رکھ کر ایسی بے مثل بحث وتنقیح وتحقیق فرماتے ہیں کہ امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ جیسے دقیقہ رس عالی نظر یکتائے عصر اُن کے مداح اور اُن کی روش کو اسوہ بنانے کے خواہاں ہیں فرماتے ہیں

— " غرض اُس کی تعلیم [یعنی جو فلسفۂ طبعیات والٰہیات پڑھائے اُس کے پڑھانے] کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحر العلوم قُدِّسَ سِرُّہ الشَّرِیْف کی تصانیفِ شریفہ کا ہے "—

[فتاوی رضویہ نصفِ اول ۸۳/۹ ، مترجم ۶۳۵/۲۳]

نیز شیخ محقق نے وہ روایتِ بالائے بخاری جو شروع میں گذری اور اس واقعۂ طلبِ میراث سے متعلق دیگر روایاتِ صحاح پیش کر کے فرمایا

از ینجا ظاہر میشود کہ حدیث ﴿**لا نورث ما ترکناہ صدقة**﴾ وبودن اموالِ آنحضرت **مشترک میانانِ مسلمانان** ومصالحِ ایشان وتفویضِ امرِ آں بوالی **متفق علیہ** است میانِ صحابہ حتی علی و عباس ومخصوص بابوبکر نیست۔ رضی اللّٰہ عنھم اجمعین۔

[اشعة اللمعات ۳/۴۸۰]

ان روایات سے ظاہر ہے کہ حدیثِ پاک ﴿**لا نورث** ماترکناہ صدقة : ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے﴾ **صحابہ** کے مابین حتی کہ حضرتِ علی وحضرتِ عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے نزدیک **متفق علیہ** ہے ، اورجو مال بھی حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا بعدِ وصال **مسلمان** باہم اُس میں **شریک** ہیں اور وہ مال مسلمانوں کی فلاح وبہبود میں **مشترک** طور پرصرف ہوگا اوراس مال کا اختیار وانتظام والیِ مابعد کے سپرد ہوگا اس پر **صحابۂ کرام** حتی کہ **حضراتِ علی وعباس** کا بھی **اتفاق** ہے ، ایسانہیں کہ حدیثِ بالا صرف حضرتِ ابوبکر نے سنی اور مالِ متروکۂ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم تنہا حضرتِ ابوبکر کی رائے اور اُن کا اجتہاد ہو۔ اللہ تعالیٰ اُن سب حضرات سے راضی ہو۔

تمہید میں بھی فرمایا

لان ابا بکر لم ینفرد بالحدیث بل سمعه معه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم جماعة غیرہ۔

[تمہید ۱/۱۷۷]

حدیثِ ''لا نورث'' کی روایت میں حضرتِ ابوبکر تنہا نہیں ہیں بلکہ آپ کے علاوہ ایک جماعتِ صحابہ نے اسے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

الغرض حضرت شیخ محقق نے بھی **حدیثِ لا نورث** کو اور اس سے **متروکۂ حضورِاقدس** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے **صدقہ** ہونے کو صحابۂ کرام کا **متفقہ** فرمایا۔

سیدہ فاطمہ کی طرف سے تسلیمِ اجماع

اور شرحِ مسلم میں امام نووی فرماتے ہیں

قال القاضی عیاض : **وفی ترک فاطمة** منازعة ابی بکر بعد احتجاجه علیها بالحدیث **التسلیم للاجماع** علی القضیة ، وانها لما بلغها الحدیث وبین لها التاویل ترکت رأیها ، ثم لم

امام قاضی عیاض نے فرمایا حدیثِ لا نورث سے صدیقِ اکبر کے دلیل پیش فرمانے پر سیدہ فاطمہ کی طرف سے نزاع ترک فرمانے سے معلوم ہوا کہ **سیدہ فاطمہ نے اس مسئلہ پر اجماع تسلیم فرمالیا** [یعنی متروکۂ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ ہونے اور میراث نہ ہونے کے مسئلہ پر صحابۂ کرام نے جو

یکن منها ولا من ذریتها بعد ذلک طلب میراث.

[صحیح مسلم بشرح النووی ۱۲/۷۳ ، اکمال المعلم ، للقاضی العیاض ، کتاب الجهاد ، حکم الفئ ۶/۸۱]

اجماع کیا تھا اُسے تسلیم فرمالیا] اور حدیثِ لا نورث جب اُنہیں پہنچی اور اُس کا معنی اُن پر واضح کیا گیا تو اپنی رائے اپنی نظرِ اجتہاد ترک فرمادی اس کے بعد پھر نہ اُن کی طرف سے میراث کا مطالبہ ہوا نہ اُن کی اولادِ کرام کی طرف سے۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین.

تمہید امام ابنِ عبد البر میں ہے

قال اسماعیل بن اسحاق : الذی تنازعا فیه عند عمر لیس هو المیراث لانهم قد علموا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یورث.

وانما تنازعا فی ولایة الصدقة وتصریفها ، لان المیراث قد انقطع العلم به فی حیاة ابی بکر.

واما **تسلیم فاطمة** رضی اللّٰہ عنها فحدثنا ...... عن ابی الطفیل قال ارسلت فاطمة ابنة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال ما لک یا خلیفة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انت وَرِثْتَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ام اهلُه ، قال لا بل اهله ، قالت فما بال سهم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ، قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول

((ان اللّٰہ اذا اطعم نبیا طُعُمة ثم قبَضه جعله للذی یقوم بعده))

اسماعیل بن اسحٰق کہتے ہیں: حضرتِ علی وحضرتِ عباس فاروقِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین کے پاس [فَدَک وخیبر و صدقۂ مدینہ کی زمین کی بابت] اپنا باہمی نزاعی مقدمہ جو لے گئے تھے وہ میراث کا نہ تھا کیونکہ وہ سب حضرات جان چکے تھے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کا چھوڑا ہوا مال میراث نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہے۔

نزاع اُن دو حضرات کا جو تھا وہ صرف یہ تھا کہ اُس صدقہ کا متولی ونگران کون رہے اور اُس صدقہ کی آمدنی کی تقسیم کا اختیار کس کے ہاتھ میں رہے؟..... کیونکہ ان اراضی کے میراث نہ ہونے کا علم ویقین تو حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه کے دور میں ہو چکا تھا۔

رہا **سیدہ فاطمہ** رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها کی طرف سے قبول و **تسلیم** تو ...... ابوالطفیل راوی ہیں کہ سیدہ فاطمہ شاہزادیِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و علیها وسلم نے حضرتِ ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ اے جانشینِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآله وصحبه وسلم یہ کیا ماجرا ہے؟...... حضور کے وارث آپ ہیں؟..... یا حضور کے اہلِ بیت؟...... فرمایا میں نہیں بلکہ اہلِ بیت۔ بولیں پھر حضور کا وہ [متروکہ] حصہ کہاں ہے؟...... فرمایا میں نے اپنے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ

((بیشک جب اللّٰہ تعالیٰ کسی نبی کو کچھ رزق عطاء فرمائے

انـا اَرُدُّہ عـلـی الـمسـلـمیـن ، فقالت انت وما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.
[تمہید ۸/۱۶۷]

پھر اُسے اپنے پاس بلا لے تو وہ رزق اُس نبی کے جانشین کے ہاتھ میں کر دیتا ہے))
میں اُسے مسلمانوں پر صرف کرتا ہوں۔ بولیں تب آپ جو ارشاد آپ نے حضور سے سنا اُس کے ساتھ ہیں۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس روایتِ ابو الطفیل کے لفظ و اسناد پر اگرچہ کلام کیا ہے کہ

قـلـت فـی لـفـظہ غرابۃ ونکارۃ وفی اسنادہ من یتشیع. [عمدۃ القاری ۱۵/۲۹]

اس روایت کے لفظ [لا بـل اھـلـہ] میں نامانوسیت ہے اور اسناد میں وہ راوی ہے جس میں تشیع ہے۔

تاہم اس روایت کے جملہ ٔ اخیرہ کی تحسین کی ہے کہ

واحسـن مـا فیـہ قـولھا : انت وما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.
وھـذا ھـو المظنون بھا واللائق بامرھا وسیادتھا وعلمھا و دینھا.
[عمدۃ القاری ۱۵/۲۹]

اس روایت میں سب سے اچھی بات سیدہ زہراء کا یہ فرمان ہے کہ ((آپ اپنے کانوں سے سنے ارشادِ اقدس کے ساتھ ہیں)) یہی سیدہ فاطمہ سے گمان بھی ہے اور یہی اُن کی شان اُن کی سیادت اُن کے علم اور اُن کی دینداری کے شایاں بھی ہے۔

علامہ عسقلانی نے اس روایتِ ابو الطفیل پر اس سے بڑھ کر کلام کیا ہے کہ روایت میں عجیب و غریب لفظ کی موجودگی کے علاوہ فـانـت ومـاسمعت الخ سے تسلیم بھی نہیں مانی۔ تو کیا خاتونِ جنت کی طرف سے

ـــہ رہا اُن کے کلام کا جواب تو اعتراضِ اول مع جواب تمہید میں یوں ہے

فان قیل ما معنی قول ابی بکر لفاطمۃ بل وَرِثَہٗ اھلُہ یعنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ؟..... **قیل** معناہ علی تصحیح الحدیثین انہ لو تخلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شیئا یُورَث ، وان کان لم یتخلف شیئا یورث ، لان ما تخلفہ صدقۃ ، راجعۃ فی منافع المسلمین.
[تمہید ۸/ ۱۶۸]

اعتراض:- جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے﴾ تو پھر حضرتِ صدیق نے سیدہ فاطمہ سے یہ کیوں کہا؟...... کہ میں نہیں بلکہ متروکہ ٔ حضور کے وارث حضور کے اہلِ بیت ہوں گے۔

جواب:- فرمانِ صدیقِ اکبر کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر وراثت کے قابل کوئی چیز چھوڑ جائیں تو ضرور حضور کے اہلِ بیت اُس کے وارث ہوں گے۔ اور اگر قابلِ وراثت کوئی چیز نہ چھوڑیں اس لیے کہ جو کچھ حضور نے چھوڑا وہ صدقہ ہے تو وہ مسلمانوں کے فائدے میں صرف ہوگا۔

.... حکمِ صدقہ متفقۂ صحابہ ...... کی تسلیم ہی نہیں مانی؟..... نہیں ، تسلیم تو مانی ہے۔ حدیثِ ابو الطفیل سے نہیں مانی ہے۔ البتہ حدیثِ شعبی روایت کردۂ بیہقی سے مانی ہے کہ

نعم روی البیهقی من طریق الشعبی ان ابابکر عاد فاطمة فقال لها علی: هذا ابو بکر یستأذن علیک. قالت : اتحب ان آذَن له؟ قال نعم. فاذِنت له فدخل علیها فتَرَضَّاها حتی رَضِیَتْ.

[فتح الباری ۲۶۴/۷]

ہاں امام بیہقی بطریقِ شعبی راوی ہیں کہ حضرتِ ابوبکر سیدہ فاطمہ کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ حضرتِ علی نے فرمایا فاطمہ! ابوبکر تم سے آنے کے لیے اجازت مانگ رہے ہیں۔ بولیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اُنہیں اجازت دے دوں؟..... فرمایا ہاں۔ اجازت دے دیں۔ حضرتِ ابوبکر تشریف لائے تو سیدہ فاطمہ کو بحسن وخوبی راضی کرنے لگے یہاں تک کہ وہ راضی ہوگئیں۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین.

علامہ عسقلانی نے فرمایا

وهو ان کان مرسلا فاسناده الی الشعبی صحیح ، وبه یزول الاشکال فی جواز تمادی فاطمة علیها السلام علی هِجر ابی بکر.

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے تاہم شعبی تک اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور اسی سے وہ اشکال زائل ہے کہ سیدہ فاطمہ نے حضرتِ صدیقِ اکبر سے ہجران برقرار کیسے رکھا؟...... اس کا کیا جواز ہے؟.....

زائل یوں ہے کہ ہجران برقرار کہاں رکھا وہ تو حضرتِ صدیقِ اکبر سے راضی ہوگئی تھیں تو اشکال کہاں رہا؟...... یعنی ہجران جو کبھی بلاقصد براہِ زَلّت ہوگیا تھا اُسے بھی سیدہ زہراء نے ختم فرما دیا تھا۔ اللہ اُن سے راضی ہو اور ہم پر اُن کے صدقے رحم فرمائے۔

علامہ عینی نے اس سے بڑھ کر حدیثِ شعبی کی تائید کی کہ

وهذا قوی جید والظاهر ان الشعبی سمعه من علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه او ممن سمعه من علی.

[عمدة القاری ۲۸/۱۵]

یہ قوی اور عمدہ روایت ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی نے خود مولائے کائنات سے یہ سنا یا جس نے سنا تھا اُس سے سنا۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه.

اور روایت یوں بیان کی ہے

روی البیهقی عن الشعبی قال لما مرِضت فاطمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها اتاها ابو بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه فاستأذن

بیہقی شعبی سے راوی۔ شعبی کہتے ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها جب بیمار ہوئیں حضرتِ ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه تشریف لائے اجازت مانگی۔ حضرتِ علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

علیها فقال علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه : یا فاطمة هذا ابو بکر یستأذن علیک. فقالت : اتحب ان آذن له؟ قال نعم. فاذِنت له فدخل علیها یَتَرَضّاها فقال : واللّٰہ ما ترکت الدار والمال والاهل والعشیرة الا ابتغاء مَرْضاة اللّٰہ ومرضاة رسوله ومرضاتکم اهل البیت ثم تَرَضّاها حتی رضِیت.

[عمدة القاری ۱۵/۲۸]

نے فرمایا فاطمہ! یہ ابوبکر ہیں تمہارے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں بولیں آپ کی کیا مرضی ہے اجازت دے دوں؟...... فرمایا ہاں۔ اجازت دے دیتی ہیں حضرتِ ابوبکر گھر میں تشریف لائے سیدہ فاطمہ کو بحسن وخوبی راضی کرنے لگے فرمایا خدا کی قسم میں نے اپنا گھر مال اپنے اہل وعیال کنبہ نہیں چھوڑا مگر اللہ کی رضا اُس کے رسول کی رضا اور اے اہلِ بیتِ نبوت آپ حضرات کی رضا حاصل کرنے کے لیے۔ پھر اچھی طرح راضی کیا یہاں تک کہ خاتونِ جنّت راضی ہوگئیں۔ اللہ پاک ان سب پر بارانِ رضوان فرمائے۔

یہی حضرت شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی وسیع وعمیق نظر میں اُس اشکالِ ناراضگی کا جواب ہے جو اشعة اللمعات اور مدارج سے گذرا کہ

میگویند کہ ایں رنجیدن بحکمِ طبیعت بود ، اما دوام واستمرارِ آن غرابت ست۔

[مدارج النبوة ۲/۵۷۳]

کہتے ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی وہ بشری تقاضے سے ایک طبعی بات تھی۔

لیکن اس ناراضگی کا برقرار رہنا یہ پھر اشکال ہے۔

اس کے بعد ہی حضرت شیخ نے فرمایا ہے

وبہ تحقیق ثابت شدہ است رضائے فاطمہ از ابوبکر صدیق در مرضِ موتش ، روایت کردہ است بیہقی از شعبی الخ [مدارج النبوة ۲/۵۷۳]

تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ آخر وقت میں سیدہ فاطمہ حضرتِ صدیق سے راضی ہوگئی تھیں۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما. چنانچہ بیہقی نے شعبی سے روایت کی ہے الخ

وہی روایتِ بالا بیان فرمائی اوراس کے علاوہ بھی دو مزید روایتیں بیان فرمائیں۔

اور ان روایاتِ ثابتہ صادقہ سے اشکالِ بالا کا جواب یوں ہے کہ سیدہ خاتونِ جنّت جب حضرتِ صدیقِ اکبر سے راضی ہوگئیں تو ناراضگی ورنجیدگی نہ رہی۔ بلکہ وہ طبعی ہجران ودوری بھی جاتی رہی۔

مطالبۂ میراث کی بنیاد

خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کا مطالبۂ میراث کرنا تو روایتِ صحاح میں وارد ہے۔ مگر اس مطالبہ کے لیے اُن کی نظر میں کیا تھا؟...... اس بارے میں اُن کا کوئی فرمان روایت میں نظر میں نہیں۔ لیکن

یہ ضرور ہے کہ مطالبہ وہ یونہی فرمائیں گی کہ اُسے جائز وحق وصحیح سمجھیں گی۔

اب جوازِ مطالبہ کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔ اول:- **استدلال بالعموم**، یعنی آیت وحدیثِ میراث کے عموم سے استدلال۔ دوم:- **اجتہاد**، یعنی حدیثِ لا نورث میں تخصیص کی تاویل۔

استدلال بالعموم

عمدۃ القاری میں ہے

وقیل ان طلبها لذلک کان قبل ان تسمع الحدیث الذی دل علی خصوصیة سیدنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بذلک وکانت متمسکة بآیة الوصیة ﴿

﴾ [پ ۴ آیت ۱۱ النساء]

[عمدۃ القاری، کتاب الخمس ۱۵/۲۷]

کہا گیا سیدہ فاطمہ نے مطالبۂ میراث پہلے کیا تھا جب وہ حدیث نہ سنی تھیں جو میرے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس خصوصیت پر دلیل ہے کہ حضور کا چھوڑا ہوا مال میراث نہیں، اور اُس وقت مطالبۂ میراث میں سیدہ فاطمہ کا استناد واستدلال اس آیتِ وصیت سے تھا ﴿اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا حصہ﴾

اس وجہ یعنی **استدلال بالعموم** کو خود سیدہ فاطمہ کے وہ کلمات بتاتے ہیں جو روایات میں وارد ہیں۔ جیسے روایتِ ابو لطفیل میں یہ کلمات جو حضرتِ صدیقِ اکبر سے فرمائے کہ

انت وَرِثتَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ام هله

[تمهید ۱/۱۶۷]

حضور کے وارث آپ ہیں؟...... یا حضور کے اہلِ بیت؟......

یونہی ترمذی میں روایتِ حضرتِ ابو ہریرہ میں یہ کلمات کہ

من یَرِثک؟ قال اهلی و وُلْدی. قالت فما لی لا اَرِث ابی؟ فقال ابو بکر سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول ﴿لا نُوْرَثُ﴾ ولکنی اَعُول من کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یَعُوله واُنْفِقُ علی من کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ینفق علیه.

[ترمذی شریف، ابواب السیر ۱/۲۹۰،
اشعة اللمعات، کتاب الجهاد، باب الفئ ۳/۴۸۰]

آپ انتقال کریں گے تو کون آپ کا وارث ہوگا؟...... حضرتِ ابو بکر نے فرمایا میرے اہل وعیال۔ بولیں پھر میں کیوں نہیں اپنے والدِ کریم رؤف ورحیم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وارث ہوں گی؟...... فرمایا میں نے اپنے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ﴿ہم میراث نہیں چھوڑتے﴾ لیکن میں خبر گیری و کفایتِ معاش کرتا ہوں جس کی میرے آقا خبر گیری کرتے اور کفایتِ معاش فرماتے تھے، اور خرچ کرتا ہوں جس پر میرے آقا خرچ فرماتے تھے۔

یونہی تمہید [۸/۱۶۸] میں روایتِ امِ ہانی میں ہے

ان فاطمة قالت لابی بکر : من یرثک اذا مِتَّ؟ قال : وُلْدی و اھلی. فقالت: ما لک ترِث النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم دوننا؟ فقال : یا بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ما ورِثت اباک دینارا و لا درھما ولا ذھبا ولا فضة. فقالت: بلی سھم اللّٰہ الذی جعله لنا وصفایا النبی علیه السلام فدک و غیرھا بیدک. فقال ابو بکر سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول

﴿ انما ھی طُعْمَةٌ اطعمنیھا اللّٰہ فاذا مِتُّ کانت بید المسلمین﴾

سیدہ فاطمہ نے صدیقِ اکبر سے کہا جب آپ انتقال کریں گے تو کون آپ کا وارث ہوگا؟...... فرمایا میرے اہل وعیال۔ بولیں پھر آپ ہمیں چھوڑ کر کیسے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارث بن رہے ہیں؟..... فرمایا اے رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شاہزادی میں آپ کے والدِ کریم کے درہم ودینار اور سونے چاندی کا وارث نہیں بنا ہوں۔ بولیں کیوں نہیں اللہ نے جو حصہ ہمارے لیے کیا اور نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص ملکیت فَدَک وغیرہ آپ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

﴿یہ سب ذریعۂ رزق ہیں جو اللہ نے مجھے عطاء فرمایا تو جب میں وصال فرما جاؤں تو یہ سب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوگا﴾

یعنی آیتِ میراث میں جو حکم ہے کہ

اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا حصہ [پ۴ آیت ۱۱ النساء]

اسے سیدہ فاطمہ نے عام سمجھا جبھی تو اولادِ صدیقِ اکبر کی طرح اپنے وارث ہونے اور میراث پانے کا مطالبہ فرمایا۔

یہی محقق علامہ بحر العلوم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا۔ مسلم الثبوت میں تھا

یجوز العمل بالعام قبل البحث عن المخصِّص. | عام پر عمل قبلِ تلاشِ مخصِّص جائز ہے۔

اس کی شرح میں فرمایا

یجوز العمل بالعام قبل البحث عن المخصص واستقصاء تفتیشه عندنا ...... وکذا سیدة النساء فاطمة الزھراء رضی اللّٰہ عنھا تمسکت بما ظنته عاما فی المیراث مع عدم

یہ تلاش ...... کہ کوئی ایسی نص نہیں جو اس عام کی تخصیص کو بتاتی ہو ...... یعنی اس کی پوری تفتیش اور چھان بین کرنے سے پہلے [بھی] عام [کو اس کے معنیٰ عموم] پر [محمول کر کے] عمل کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔

دیکھو! سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے آیتِ

البحث والسؤال عن المخصص ثم ظهر المخصص ظهور الشمس علی نصف النهار ...... قد خفی علی سیدة النساء رضی اللّٰہ عنها المخصص القطعی لما ظنته عاما وعملت قبل البحث عنه. مختصراً [فواتح الرحموت ا/۲۵۴ ، ۲۵۵]	میراث کو امت اور نبیِ امت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب کے لیے عام سمجھا تھا اور اُس کا مُخَصِّص پوچھے اور تلاش کیے بغیر اُس عام سے استدلال کیا ، پھر مُخَصِّص دن دوپہر کے سورج کی طرح ظاہر ہوا۔ اُنہوں نے جسے عام سمجھا تھا اُس کا مُخَصِّصِ قطعی اُن کے علم سے ضرور مخفی تھا اور اس کی تفتیش سے پہلے اُنہوں نے [عام پر] عمل کیا۔ [اس سے معلوم ہوا عام پر قبلِ تفتیشِ مخصص عمل کرنا جائز ہے]

اور یہ اجتہاد نہیں۔ ''اجتناب العمال عن فتاوی الجهال'' تالیف حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خان خلف امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّهُمَا میں ہے

—— '' اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔ کما بینه خاتم المحققین سیدنا الجد قُدِّسَ سِرُّهُ الْاَمْجَد فی کتابه المستطاب ''اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد''. ''—— [فتاوی رضویہ۳/۴۹۳ ، مترجم ۷/۴۹۶]

جب **عموم سے استدلال** قیاس نہیں ، مجتہد سے خاص نہیں ، اور قبلِ تفتیشِ مُخَصِّص شرعاً جائز ہے **تو اس میں خطائے اجتہادی کا کیاسوال؟**...... اگرچہ بعد کو مُخَصِّص ظاہر ہو۔

جیسے جو مال ہم نے خریدا ظاہراً وہ اُس کی ملکیت تھا جس سے ہم نے خریدا اور اس سے زیادہ کوئی چھان بین ہم نے نہ کی تو ہمارا خریدنا جائز ہے اگرچہ بعد کو کھلے کہ وہ مال اُس کی ملکیت نہ تھا بلکہ غصب وسرقہ سے اُس نے حاصل کیا تھا۔

ہاں معلوم ہوجانے کے بعد اُس مال کا استعمال حرام ہے اور اُسے مالک کو سونپنا یا تصدق کرنا ضروری ہے۔

مسئلۂ دائرہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها کا مُخَصِّص ظاہر ہونے پر رجوع فرمانا اور مُخَصِّص یعنی **حدیثِ عدمِ توریثِ نبی** صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر صحابۂ کرام کے **اتفاق** و **اجماع** کو **تسلیم فرمانا** ثابت ہے۔

جیسا کہ روایتِ ابو الطفیل میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها نے حضرتِ صدیقِ اکبر سے حدیثِ عدمِ توریث سن کر فرمایا

انت وما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم [تمهید۸/۱۶۷]	آپ اُس ارشاد کے ساتھ ہیں جو آپ نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

اس سے امام ابنِ عبد البر نے سیدہ فاطمہ کی طرف سے عدمِ توریث کو تسلیم فرمانا مانا۔ چنانچہ فرمایا

واما تسلیم فاطمة رضی اللّٰه عنها فَحَدَّثنا .... عن ابی الطفیل الخ

یہ روایت ابھی پہلے گذری۔

یونہی علامہ بدرالدین محمود عینی نے بھی .... اس روایت پر کلام کے باوجود .... فرمانِ بالائے خاتونِ جنت کی تحسین کی اور تسلیم کے گمان کا اظہار کیا کہ

واحسن ما فیه قولها : انت وما سمعت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. وهذا هو المظنون بها واللائق بامرها وسیادتها وعلمها و دینا. [عمدة القاری ۲۹/۱۵]	اس روایت میں سب سے اچھی بات سیدہ زہراء کا یہ فرمان ہے کہ ((آپ اپنے کانوں سے سنے ارشادِ اقدس کے ساتھ ہیں)) یہی سیدہ فاطمہ سے گمان بھی ہے اور یہی اُن کی شان اُن کی سیادت اُن کے علم اور اُن کی دینداری کے شایاں بھی ہے۔

نیز حدیثِ شعبی روایتِ امام بیہقی سے تسلیم مانی ہے فرمایا

وهذا قوی جید والظاهر ان الشعبی سمعه من علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه او ممن سمعه من علی. [عمدة القاری ۱۵/ ۲۸]	یہ قوی اور عمدہ روایت ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی نے خود مولائے کائنات سے یہ سنا یا جس نے سنا تھا اُس سے سنا۔ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه.

اور علامہ عسقلانی نے بھی حدیثِ شعبی روایتِ امام بیہقی سے تسلیم کا استظہار کیا کہ

وهو ان کان مرسلا فاسناده الی الشعبی صحیح وبه یزول الاشکال فی جواز تمادی فاطمة علیها السلام علی هجر ابی بکر. [فتح الباری ۷/۲۶۴]	یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے تاہم شعبی تک اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور اسی سے وہ اشکال زائل ہے کہ سیدہ فاطمہ نے حضرتِ صدیقِ اکبر سے ہجران برقرار کیسے رکھا؟...... اس کا کیا جواز ہے؟.....

یونہی حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے بھی حدیثِ شعبی نیز اسی معنی کی دواور روایات سے تسلیمِ سیدہ فاطمہ مانی ہے۔ کیونکہ اشکال جو پیش کیا اس میں یہ بھی ہے کہ

واگر فرض کردہ شود کہ ایں حدیث بفاطمہ نرسیدہ بود پس بعداز رسیدن وشنیدن چرا قبول نہ کرد۔ [مدارج النبوة ۲/۵۷۲]	اگر مان لیں کہ یہ حدیث سیدہ فاطمہ کو نہ پہنچی تھی تو پہنچنے اور سننے کے بعد قبول کیوں نہ کیا؟.....

پھر اس پورے اشکال کے بعد علامہ کرمانی کا جزئی جواب نقل کرکے خود یہ فرمایا ہے

وبہ تحقیق ثابت شدہ است رضائے فاطمہ از ابوبکر	تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ آخر وقت میں سیدہ

صدیق درمرض موتش۔ روایت کردہ است بیہقی ازشعبی الخ [مدارج النبوۃ ۲/۵۷۳]	فاطمہ حضرتِ صدیق سے راضی ہوگئی تھیں۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما بیہقی شعبی سے روایت کرتے ہیں الخ

وہی روایت پیش فرمائی جو پہلے گذری۔ پھر ریاض النضرۃ سے دواورروایات اسی معنیٰ کی پیش فرمائیں۔ تو رنجیدگی وہجران و عدمِ قبول سب کاجواب حدیثِ شعبی اور روایاتِ ریاض النضرۃ سے مانا۔ **تو سیدہ فاطمہ** رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی طرف سے **عدمِ توریث** پر **اتفاق** و **اجماعِ صحابہ تسلیم** فرمانا بھی **مانا**۔

اجتھاد و تاویل

مطالبۂ میراث کی دوسری وجہ **یہ ہوسکتی ہے** کہ **ممکن** کہ سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا کی نظر میں حدیثِ عدمِ توریث کی کوئی تاویل وتخصیص ہو۔

تو کیا عدمِ توریث کی حدیثِ لا نورث وغیرہ کی سیدہ بتولِ زہراء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا کی نظر میں کوئی تاویل تھی؟...... اس بارے میں خودسیدہ فاطمہ کے **ایسے کلمات روایات میں نظر میں نہیں** ، جو اجتہادوتاویل کو بتائیں۔ جیسا استدلال بالعموم کو بتانے والے کلمات تھے۔ تو اجتہادوتاویل محض ایک **احتمال** ہے۔ اور حضرت شیخ محدثِ دہلوی اور علامہ بحر العلوم قُدِّسَ سِرُّھُمَا جیسے بلند پایہ محققین **اجتہاد و تاویل کی توجیہ لائے ہی نہیں ہیں**۔

بہرحال تاویل کی توجیہ امام قاضی عیاض نے کچھ لوگوں سے نقل کی ہے جسے امام نووی نے انہی کے حوالہ سے شرحِ مسلم میں بیان کیا کہ

قال القاضی عیاض: وقد تأول قوم طلب فاطمة رضی اللّٰہ عنها میراثها من ابیها ، علی انها تأولت الحدیث ، ان کان بلغها قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم "لا نورث" علی الاموال التی لها بال ، فهی التی لا تورث ، لا ما یترُکون من طعام و اَثاث و سَلاح. [شرح مسلم للنووی ۱۲/۷۳ ، اکمال المعلم للامام القاضی عیاض ۶/۸۰ ، ۸۱]	قاضی عیاض فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا کے مطالبۂ میراث بجانبِ حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ توجیہ کی کہ حدیثِ پاک لا نُورَث اگر اُنہیں پہنچ چکی تھی تو اُن کی نظر میں اس حدیثِ پاک میں تاویلِ تخصیص تھی یعنی جو مال اہمیت رکھتے ہیں اُن میں میراث نہیں ، نہ کہ کھانا اور گھریلوسازوسامان اور ہتھیار۔

پھر فرمایا

وھذا التاویل خلاف ما ذھب	حدیثِ پاک "لا نورث" کی یہ تاویل اُس معنیٔ عموم کے خلاف ہے جو

اليـه ابـو بـكـر و عـمـر و سائر الصحابة رضی اللّٰہ عنهم.

[شرح مسلم للامام النووی ۱۲/۷۳]

حضرتِ ابوبکر حضرتِ عمر اورتمام صحابہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مانا کہ حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ مال چھوڑا سب کو لا نورث عام وشامل ہے یعنی کسی مال میں میراث نہیں۔

علامہ بدر الدین محمود عینی نے یہ کچھ لوگوں کی پیش کردہ تاویلِ تخصیص بحوالہ امام قاضی عیاض نقل کر کے خود امام قاضی عیاض کا اس پر رد نقل فرمایا کہ

قال : وهذا التاويل يَرُدّه قوله : مما اَفاءَ اللّٰه عليه وقوله : مما ترک من خيبر و فدک و صدَقته بالمدينة.

[عمدة القاری ، كتاب الخمس ۱۵/۲۷]

قاضی عیاض نے فرمایا اس تاویل کو سیدہ فاطمہ کے کلمات رد کررہے ہیں وہ فرمارہی ہیں ((جو مال اللہ نے اپنے محبوب کو براہِ فیئ عطاء فرمایا)) اور فرمارہی ہیں ((یعنی خیبر فدک اور مدینۂ طیبہ کا صدقہ))

یعنی یہ سب زمینیں معمولی مال نہیں ہیں بلکہ یہ اہمیت والے مال ہیں انہی میں وہ میراث کا مطالبہ فرمارہی ہیں تو انہیں قابلِ میراث سمجھ رہی ہیں۔ لہذا لا نُـورَث میں یہ تاویل کہ .... اہمیت والے مالوں میں میراث نہیں .... کیسے اُن کی مراد ہوگی؟.....

ان کے علاوہ اجتہاد وتاویل کی توجیہ کو پیش کیا ہے علامہ کرمانی نے کہ

واما غَـضَـبُ فـاطمة فهو امر قد حصَل علی مقتضَی البشرية ، وسكَن بعد ذلک ،

رہا سیدہ فاطمہ کا غضب تو وہ بتقاضائے بشری تھا بعد میں جاتا رہا۔

او الـحديث كان مؤلا عندهم بما فضَل عن معاش الوَرَثة وضَروراتهم و نحوها.

یا حدیثِ ''لا نـورث'' اُن کے نزدیک مؤول تھی اور اُن کی نظر میں اس حدیثِ پاک کا یہ معنیٰ تھا کہ .... ورثہ کی ضرورتِ معاش وغیرہ سے جو فاضل ہو وہ میراث نہیں ، صدقہ ہے۔

واما هِجُرانها فمعناه انقباضها عن لقائه وعـدم الانبسـاط ، لا الهـجـران المحرم من ترک السلام ونحوه.

[البخاری بشرح الكرمانی كتاب الجهاد والسير ۱۳/۷۵ ، كتاب بدء الخلق ۱۶/۱۱۲ ، كتاب الفرائض ۲۳/۱۵۵]

اور اُن کا ہجران وہ نہیں تھا جو حرام ہے کہ ملاقات کی نوبت آئے اور پھر نہ ملیں نہ سلام کریں ، نہیں بلکہ اندر سے ملاقات کی امنگ نہ پائی اس لیے ملنے کا قصد نہ کیا۔

حضرت شیخ محقق نے علامہ کرمانی سے اشکال کا جواب تو نقل فرمایا ہے مگر صرف اول اور آخر ، یہ تاویل کی بات جو بیچ میں تھی اسے مدارج النبوۃ اور اشعة اللمعات کسی میں بھی پیش نہ کیا جس سے ظاہر یہ ہے کہ یہ توجیہ حضرت شیخ کو مقبول نہ تھی۔

تاہم یہ تاویل اس تاویلِ گذشتہ کی طرح معرضِ رد میں نہیں۔ اس کے باوجود یہ وہ احتمال ہے کہ روایات میں جو کلماتِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نظر میں ہیں اس احتمال پر دلیل نہیں ہیں۔ **نرا احتمال** ہے۔ اس احتمال پر کہتے ہیں کہ

بالفرض اگر سیدہ فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی نظر میں یہ تاویل تھی ، یعنی لا نورث وغیرہ عدمِ توریث کی احادیث جن سے صحابۂ کرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے معنئ عموم پر اجماع کیا کہ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بھی مال چھوڑ جائیں کسی میں میراث نہیں ، بلکہ وہ سب صدقہ ہے ، عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔

اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی نظرِ اجتہاد سے ان احادیث میں تخصیص جانی

اگر بالفرض ایسا ہوا ہو تو اجتہادِ سیدہ فاطمہ باقی تمام صحابہ کے اجتہاد کے خلاف واقع ہوا اور

—" خلافِ متفرد اجماع میں قادح نہیں "— [حاشیہ فتاوی رضویہ ۳۲۵/۵]

تو اُن کے خلاف اجتہاد کے باوجود اجماعِ صحابہ منعقد ہوگیا۔

اور اجماع کے لیے حق وصواب ہونے کی بشارت ہے

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ. [ابنِ ماجہ ابواب الفتن ص۲۹۱ ، ترمذی ابواب الفتن ۳۹/۲] میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی [فتاوی رضویہ مترجم ۵۰۹/۲۶]

تو اس احتمالی صورت پر نظر اجتہادی سیدہ فاطمہ ...... یعنی احادیثِ عدمِ توریث میں تاویلِ تخصیص کی نظر ...... خطائے اجتہادی تھی۔ اور **یہ اگر ہوئی ہو تو یہ نہ گناہ** ہے اور نہ اہلِ بیت پر شرعاً محال۔ خطائے اجتہادی وہ ہم اہلسنّت کے نزدیک جیسے دیگر مجتہدین سے ہوسکتی ہے اہلِ بیت سے بھی ہوسکتی ہے۔

توضیح میں ہے

قولہ علیہ السلام : ان اصبت فلک عشر حسنات وان اخطأت فلک حسنۃ.	حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا اگر تو نے صواب کو پالیا تو تیرے لیے دس نیکیاں ہیں اور خطا کر گیا تو ایک نیکی ہے۔
وفی حدیث آخر : جعل للمصیب اجرین وللمخطئ واحد. [توضیح تلویح باب الاجتہاد ص ۵۹۹]	دوسری حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا کہ صواب پالینے والے کو دو اجر ہیں ، اور خطا کر جانے والے کو ایک اجر۔

مسلّم الثبوت میں فرمایا

فمن اصابه فله اجران ، ومن اخطأه فله اجر .

[فواتح الرحموت ۲/۴۱۷]

جس نے حکمِ الٰہی کو پالیا اُس کے لیے دواجر ہیں اور جس سے خطاء ہوئی اُس کے لیے ایک اجر۔

تواتر عن الصحابة والتابعين من انهم كانوا مجتهدين و يُفتون خلاف ما افتى به اهل البيت ، ولم يُنكِر ولم يَعِبْ احد على احد ، بل لم يُخطِّئ احد من مخالفة اهل البيت فى الحكم ، ولم يقل احد بفساد اجتهاد من قال بخلافه .

وهذا يفيد علما ضَروريا بان كل واحد من الائمة بل المقلدين اياهم ايضاً من الصحابة ومن بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادى .

ويفيد ايضاً علما ضروريا بان اهل البيت ايضاً كانوا عالمين بعدم عصمة انفسهم من هذا الخطأ الاجتهادى.

الم تر كيف رد ابن مسعود قول امير المؤمنين على فى عدة الحامل المتوفى عنها زوجها وقال نزلت سورة النساء القصرى ﴿ ﴾ [پ۲۸آیت ۴ الطلاق] بعد قوله تعالىٰ ﴿ ﴾ [پ ۲آیت ۲۳۴ البقرة] الى آخر الآية وكيف رد عبيدة قوله فى بيع امهات الاولاد وكيف رد شريح قوله بقبول شهادة الابن الى غير ذلك من الوقائع التى لا تُحصىٰ.

صحابہ وتابعین سے بہ تواتر منقول ہے کہ وہ حضرات مجتہدین تھے اوراُن کا فتوی اہلِ بیت کے فتوی سے مختلف ہوتا اوراس پر حضراتِ صحابہ وتابعین واہلِ بیت میں سے کسی نے کسی کا رد نہ کیا نہ کسی کو قصوروار ٹھہرایا بلکہ اہلِ بیت کے فتوی سے اختلاف کرنے پر کسی نے اختلاف کرنے والے کو خطاء پر بھی نہ کہا اور نہ یہ کہا کہ جس کا اجتہاد اہلِ بیت کے اجتہاد کے خلاف ہو وہ فاسد ہے۔

اس سے بہ بداہتِ دینی ثابت ہے کہ ائمہ یعنی مجتہدین صحابہ وتابعین وتبع تابعین حتی کہ ان کے مقلد صحابہ و تابعین و تبع تابعین جانتے تھے کہ اہلِ بیت خطائے اجتہادی سے معصوم نہیں۔

نیز یہ بھی بہ بداہتِ دینی ثابت کہ اہلِ بیت خود بھی اپنے آپ کو خطائے اجتہادی سے معصوم نہیں جانتے تھے۔

دیکھو! حضرتِ ابنِ مسعود نے وفات یافتہ شوہر کی بیوی کی عدت کے بارے میں امیرالمؤمنین مولائے کائنات کا قول نہ مانا اور کہا کہ سورۂ طلاق کی آیت۴ [جس میں حمل والی عورتوں کی عدت وضعِ حمل ارشاد ہوئی] سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۴ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ [جس میں وفات یافتہ شوہر کی بیوہ کی عدت چار مہینہ دس دن ارشاد ہوئی] اور حضرتِ عبیدہ نے امِ ولد باندی کی بیع کے بارے میں مولائے کائنات کا قول نہ مانا۔ اور قاضی شریح نے مولائے کائنات کا بیٹے کی گواہی مقبول ہونے کا قول نہ مانا۔ اس کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں۔

ولم ینکر امیر المؤمنین علی علیهم.

فقد بان لک ان الاجماع القطعی الداخل فیه اهل البیت حاکم بان لا عصمة فی اهل البیت بمعنی عدم جواز الخطأ الاجتهادی منهم.

[فواتح الرحموت ۲/۲۷۹]

اور پھر امیر المؤمنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَجْهَهُ الْكَرِیْم نے ان نہ ماننے والے حضرات کا کچھ رد نہیں کیا۔

اس سے واضح ہے کہ حضراتِ صحابہ اور اہلِ بیت سب کا اجماعِ قطعی ہے کہ اہلِ بیت خطائے اجتہادی سے معصوم نہیں۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین.

عصمتِ اجتہادیِ انبیاء علیهم الصلوٰة والسلام والثناء

—” عصمت نوعِ بشر میں خاصۂ حضراتِ انبیاء علیهم الصلوٰة والثناء ہے “—

[شمول الاسلام ، فتاوی مترجم۳۰/۲۷۴]

یأبی اللّٰہ العصمة الا لکلامه و کلامِ رسوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم [فتاوی رضویه۴/۴۴۴ ، مترجم۱۰/۱۹۳]

اللہ نے عصمت نہ مانی مگر اپنے کلام کے لیے اور اپنے رسول کے کلام کے لیے۔

مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت میں فرمایا

(لا ینعقد) الاجماع (باهل البیت وحدهم) لانهم بعض الامة ، والعصمة مختصة باجماع کل الامة (خلافا للشیعة لادعائهم العصمة) فیهم وحدهم ، ولذا لا یعتبرون اجماع غیرهم.

تنہا اہلِ بیت سے اجماع کا انعقاد نہیں ہوگا کیونکہ وہ بعض امت ہیں اور عصمت [یعنی گناہ وخطاء سے محفوظی جو حدیثِ لا تجتمع امتی علی الضلالة میں ارشاد ہوئی وہ] خاص پوری امت کے اجماع کے لیے ہے۔ روافض اس مسئلہ میں مخالف ہیں وہ صرف اہلِ بیت کے لیے عصمت کے مدعی ہیں اور اسی لیے غیر اہلِ بیت کا اجماع نہیں مانتے ہیں۔

ولا بأس بنا ان نذکُر نَبْذًا منه لظهور هذه الفرقة ، لئلا یقَع احد فی تلبیس و ضلالة.

یہ فرقۂ روافض پیدا ہو چکا ہے لہذا مناسب ہے کہ اس مسئلے سے متعلق ہم کچھ بیان کر دیں تا کہ کوئی مسلمان سنّی بہکاوے میں نہ آئے اور گمراہی میں نہ پڑے۔

فاعلم ان العصمة قد تطلق علی الاجتناب عن الکبائر والاخلاق الباطلة الذمیة ، ولا شک فی عصمتهم بهذا المعنی ، ولا یرتاب فیها الا السفیه خالع رقبة الاسلام عن عنقه.

چنانچہ سنو! عصمت کبھی کبائر اور باطل و بری خصلتوں سے اجتناب کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس معنی کی عصمت اہلِ بیت میں بیشک ہے۔ اس میں کوئی بیوقوف ہی جس نے اسلام کا بندھن اپنے گلے سے اتار دیا ہو شک کرے گا۔

وقد تطلق علی اجتناب الصغائر مع ذلک الاجتناب ونرجوا ان یکونوا معصومین بهذه العصمة.

اور کبھی اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ کبائر کے ساتھ ساتھ صغائر سے بھی اجتناب ہو۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس معنی کی عصمت بھی اہلِ بیت کے لیے ہے۔

اور کبھی عصمت اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ گناہ عمداً سہواً خطاءً کسی طرح نہ ہو اور ساتھ ہی کسی حکمِ شرعی میں خطائے

وايضـا قـد تـطـلـق علـى عدم صـدور ذنـب لا عـمدا ولا سهوا ولا خـطـأ ومـع ذلک عـدم الوقوع فی خطأ اجتهادی فی حکم شرعی وهذا هو محل الخلاف بيننا و بينهم

فهـم قـالـوا : اهـل البيـت مـعصومون عن ذلک کله من انواع الـذنوب وانواع الخطأ ، ويدّعون ان فتـواهـم کـقـول الانبيـاء فی وجوب الاتبـاع وکـونـه مـن الـلّـه تعـالیٰ ، ونسبتهـم الـی رسـول اللّٰه صلی اللّٰه عـلـيـه وآلـه واصـحابه وسلم کنسبة الانبيـاء الـعاملين بالتوراة الی موسیٰ عليه السلام.

ولـعـلـهـم لا يـجوزون انتسـاخ احکام هذه الشريعة بقولهم.

وعـنـدنـا الـعـصمة بهذا الوجه مـختـصـة بـالانبيـاء فيمـا يخبـرون بالوحی وما يُستقرون عليه.

واهل البيت کسائر المجتهدين يـجـوز عـليهـم الخَطأَ فی اجتهادهم وهـم يصيبون و يُخطِئون.

[فواتح الرحموت ۲/۲۷۸ ، ۲۷۹]

اجتہادی بھی نہ ہو۔ یہ معنی وہ ہے جس میں ہمارا اور روافض کا خلاف ہے۔

روافض کا ماننا ہے کہ یہ ہرطرح کے گناہ اور ہرطرح کی خطاء ان سب سے اہلِ بیت معصوم ہیں اور روافض کا دعویٰ ہے کہ اہلِ بیت کا فتویٰ ایسا ہے جیسے انبیائے کرام کا فرمانا کہ اُس کی اتباع واجب ہے اور بہرحال اُسے ماننا اُس پر چلنا ضروری ہے اور وہ فرمانِ انبیاء کی طرح من جانب اللہ ہے اور اہلِ بیت کو رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی حضرتِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُن انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تھی جو [آپ کے بعد نبی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اور آپ ہی کی کتاب] توریتِ مقدس پر عمل کرتے [اوراسی کی تبلیغ وہدایت فرماتے] تھے۔

اور روافض شاید اہلِ بیت کے قول سے اس شریعتِ مصطفیٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام معاذ اللّٰہ منسوخ ہوجانے کا امکان نہ مانتے ہوں۔

ہم **اہلسنّت** کے نزدیک اس معنی کی **عصمت خاصّۂ انبیاء** ہے جن احکام کی وہ نفوسِ قدسیہ **وحی** سے خبردیں اورجن احکام پر من جانب اللّٰہ **برقرار رکھے جائیں** اُن میں اُن حضراتِ عالی رُتَب کے لیے اسی معنی کی عصمت ہے اور **سہو** و **خطاء اجتہادی غیراجتہادی** سب سے وہ **معصوم** ہیں۔

جبکہ **اہلِ بیت** باقی مجتہدینِ امت کی طرح ہیں **اجتہاد** میں اُن سے **خطاء** ہونا **ممکن** ہے اوراجتہاد میں اصابت وخطاء اُن کے ساتھ بھی ہے۔

انبیائے کرام خطائے اجتہادی سے پاک

لا یکون ما یعتقده مما یُثْمِره اجتهاده الا حقا و صحیحا. هذا هو الحق الذی لا یُلتفت الی خلاف من خالف فیه ، لعصمة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من الخَطَأ فی الاجتهاد فی الشرعیات. مختصراً [شفاء شریف ۲/۱۱۶]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے معلوم فرماکر جو بات مانیں وہ بات ضرور حق وصحیح کے مرتبہ پر فائز ہوگی۔ یہی ہے وہ حق مسلک جس کا خلاف نا قابلِ التفات ہے۔ کیونکہ مسائلِ شرعیہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطائے اجتہادی سے پاک ومعصوم ہیں۔

یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے خطائے اجتہادی سے یکسر پاکی کو امام قاضی عیاض نے مسلکِ حق بتایا اور اس کی دلیل میں عصمت کو پیش کیا۔ چنانچہ ...... ''لعصمة'' ''هذا هو الحق'' سے متعلق ہے ...... اس طرف اشارہ کرنے کے لیے علامہ قاری نے کہا

فان الصواب عدم خَطَئه فی هذا الباب (لعصمة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من الخطأ فی الاجتهاد فی الشرعیات). [شرحِ علامه قاری بر هامشِ نسیم ۴/۵۹]

چنانچہ مسلکِ صواب یہ ہے کہ اس باب یعنی مسائلِ شرعیہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطائے اجتہادی نہیں ہے کیونکہ مسائلِ شرعیہ میں خطائے اجتہادی سے حضور پاک ومعصوم ہیں۔

''منهاج'' قاضی بیضاوی کی شرح الابهاج فی شرح المنهاج لشیخ الاسلام علی بن عبد الکافی السَّبکی و ولده تاج الدین عبد الوهاب السَّبکی میں ہے

قال (لا یُخطِئ اجتهاده) والذی جزَم بـه من کونه لا یُخطِئُ اجتهاده هو الحق. [الابهاج فی شرح المنهاج ۳/۲۵۲]

مصنف امام بیضاوی نے کہا : اجتہادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطاء سے پاک ہے
اور حضور کی خطاء سے پاکی جس پر حضرت مصنف نے جزم کیا یہی حق ہے۔

نهایة الوصول فی درایة الاصول للشیخ صفی الدین الارموی الهندی [م ۷۲۵ھ] میں ہے

فالحق عندنا انه لا یجوز له ان یخطئ. [نهایة الوصول]

حق ہمارے نزدیک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطائے اجتہادی نہیں ہوسکتی۔

غایة الوصول الی شرح لُبّ الاصول شیخ الاسلام زکریا انصاری میں ہے

(و) الاصح (ان اجتهاده لا یخطِئ)

صحیح تر یہ ہے کہ اجتہادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تنزيها لمنصب النبوة عن الخطأ فی الاجتهاد. [غاية الوصول]	میں خطا نہیں ہوتی کیونکہ منصبِ نبوت خطائے اجتہادی سے پاک ہے۔

انبیائے کرام خطائے اجتہادی سے بالآخر ضرور پاک

مگر مسلم الثبوت و توضیح و تحریر و مسایرہ وغیرہ میں خطائے اجتہادی کو ممکن ماننا اکثر اہلسنّت اور اکثر حنفیہ کا قول اور مذہبِ مختار فرمایا ہے۔ البتہ ...... خطائے اجتہادی رہے گی نہیں یعنی من جانب اللّٰہ وحی نازل ہوکر اُسے زائل فرمادیا جائے گا ...... یہ متفقہ ہے اس میں اہلسنّت کے مابین خلاف نہیں۔

چنانچہ مسایرہ علامہ ابنِ ہمام اور اس کی شرح مسامرہ علامہ ابنِ ابی شریف میں ہے

(فاما اذا خطَرت) [امور الدنيا والحِرَف والصنائع] لهم (فلا بد من علمهم بها) ای باحكامها	دنیوی امور و ذرائعِ معاش صنعت وحرفت کی طرف انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توجہ چلی جائے تو ضرور اُنہیں اُن سب دنیوی امور وصنعت وحرفت کے احکام کا علم ہوگا۔
(واصابتهم فيها ان اجتهدوا) بناء على الراجح ان للانبياء ان يجتهدوا ، مطلقا وعليه الاكثر ، او بعد انتظار الوحی ،وعليه الحنفية و اختاره المصنف فی	اوراگر وہ ان احکام میں اجتہاد فرمائیں جیسا کہ مذہبِ راجح یہی ہے کہ انبیائے کرام کو اجتہاد کرنا جائز ہے ، یا تو مطلقاً [یعنی وحی کا انتظار کیے بغیر] ، اوراسی پر اکثر [اصولیین] ہیں ، یا انتظارِ وحی[1] کے بعد ، اوراسی پر حنفیہ ہیں اوراسی کو مصنف علامہ ابنِ ہمام نے ''تحریر'' میں اختیار کیا۔

[1] حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اجتہاد کا حکم تھا وہ یوں کہ پہلے وحی کا انتظار فرمائیں ، وحی نازل نہ ہو اور تازہ واقعہ حکم طلب جو رونما ہوا اُس کے فوت ہونے اور بغیر حکم کے گذر جانے کا اندیشہ ہو تو اب اجتہاد فرمائیں۔

(لكن عند الحنفية) كان متعبدا (بعد انتظار الوحی الی خوفِ فوتِ الحادثة.) [فواتح الرحموت ۲/۴۰۷]	لیکن حنفیہ کے نزدیک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم یہ تھا کہ وحی کا انتظار فرمائیں یہاں تک کہ تازہ رونما واقعہ فوت ہوجانے کا اندیشہ آجائے تو اب اجتہاد فرمائیں۔

اس پر حاشیہ میں امام اہلسنّت نے فرمایا

كان صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم ينتظر الوحی الی ان يخاف فوت الحادثة فكان يجتهد. [رحمة الملكوت قلمی منقول]	حضور وحی کا انتظار فرماتے یہاں تک کہ وہ تشنۂ حکم واقعۂ تازہ فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوتا تو اب اجتہاد فرماتے۔

"التحریر"

فـاذا اجتهـدوا فـلا بـد من اصـابتهم (ابتداء اوانتهاء) لان مـن قـال كـل مجتهد مصيب او مَنَعَ الـخـطـاء فـي اجتهاد الانبياء خاصة فهم مصيبون عنده ابتداء

ومـن جَـوَّزَ الخَطَأَ في اجتهادهم قـال لا يُـقَرُّون عليه بل يُنَبَّهون، فهم مصيبون عنده، اِمّا ابتداء، حيثُ لم يتـقـدم خَطُأٌ، واِمَّا انتهاء حيث نُبِّهوا على الصواب فرجَعوا اليه.

[مسایره مع مسامره ص ۲۰۱ ، ۲۰۲]

تو بروقتِ اجتہاد وہ حضراتِ قدسی صفات شروع ہی میں یا بالآخر ضرور صواب پر ہوں گے۔

کیونکہ جوعلمائے اصول ہر مجتہد کو صواب وراست پر مانتے یا بالخصوص انبیائے کرام سے خطائے اجتہادی ہونا محال مانتے ہیں اُن کے نزدیک تو انبیائے کرام آغازِ اجتہاد ہی سے مصیب ہیں۔

اور جوعلمائے اصول وہاں خطائے اجتہادی ممکن کہتے ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ انبیائے کرام خطائے اجتہادی پر برقرار نہیں رکھے جاتے، بلکہ من جانب اللہ اُنہیں آگاہ فرمادیا جاتا ہے، تو ان علمائے اصول کے نزدیک [بھی] انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مصیب [ہی] ہیں، یا تو ابتداءً ہی یوں کہ آغازِ اجتہاد ہی میں خطا نہیں ہوئی، یا بالآخر یوں کہ اُنہیں صواب پر آگاہ فرمادیا گیا تو صواب کی طرف اُنہوں نے رجوع فرمالیا۔

مسلم الثبوت اور اس کی شرح علامہ بحر العلوم میں ہے

(هـل يـجـوز عـلـيـه) صـلـى الله عليه وعـلـىٰ آله واصحابه وسلم (الخطأ) فـي اجتهـاده و كـذا فـي اجتهـاد سائر الانبيـاء (فـالاكثـر) من اهل السنة

کیا حضراتِ انبیاء و حضورسیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیھم و بارک وسلم ابدا سے خطائے اجتہادی ہوسکتی ہے؟...... اکثر اہلسنّت نے مانا کہ ہاں ہوسکتی ہے۔ اورایک قول [اہلسنّت کا] یہ ہے کہ نہیں ہو سکتی۔ اور روافض سے بھی ایسا منقول ہے[ہ]۔

ہ یہاں تو روافض نے خطائے اجتہادی سے یکسر پاکی مانی مگر باطل پسندی وگمراہی یہ کہ کفر جیسے سب سے بڑے گناہ تک کا تقیۃً اظہار رواٹھہرایا۔ مواقف و شرح میں ہے

(وجـوز الشيـعة اظهـاره) اى اظهار الكفر (تقية) عـنـد خـوف الهلاک. (و ذلک) باطل قطعا لانه (يُـفـضِـي الى اخفاء الدعوة) بالكلية وترک تبليغ الـرسـالة (اذ اولـى الاوقـات بـالـتـقية وقت الدعوة لـلـضـعف) بسبب قلة الموافق او عدمه (و كثرة الـمـخـالـفـين) و ايضاً ما ذكروه منقوض بدعوة

روافض نے انبیائے کرام پر بوقتِ خوف کفر ظاہر کرنا روا مانا حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دعوتِ حق بالکلیہ مخفی رہ جائے اور تبلیغ رسالت ہونے ہی نہ پائے جبکہ موافقین کی کمی یا نایابی سے ضعف اور مخالفین کی کثرت کے سبب دعوتِ حق کے ہمہ اوقات خوف میں مستغرق ہوں۔ پھر دیکھو! نمرود وفرعون کے زمانہ ←

قالوا : (نعم) يجوز (وقيل : لا) يجوز ، ونقل هذا النفی عن الروافض ايضا (اما انه لا يُقَرَّر عليه فاتفاق) .
[فواتح الرحموت ۲/۴۱۱]

رہا یہ کہ حضورِاقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس خطاء پر برقرار نہیں رکھے جائیں گے [یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس خطاء کے برخلاف وحی نازل ہوکر اس خطاء پر آگاہ فرمادیا جائے گا] یہ متفقہ ہے اس میں خلاف نہیں۔

امامِ اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس مقام پر رحمۃ الملکوت میں ایسا نہیں کہ حاشیہ نہیں لکھا۔ لکھا ہے مگر قولِ امکانِ خطائے اجتہادی مع عدمِ برقراری پر کوئی کلام نہیں فرمایا ، اور دلائلِ امتناع سے زیادہ دلائلِ امکان کی تشریح وتوجیہ کی ہے۔

اگر قولِ امکانِ خطائے اجتہادی مع عدمِ برقراری میں ، نیز اکثر اہلسنّت کی طرف اس کی نسبت میں کوئی جرح وقدح امام کی نظر میں ہوتی تو ضرور اسے تحریر کرتے جیسا کہ آپ کا معروف طریقہ ہے جو آپ کی ابحاثِ مرقومۂ کتب وفتاوی سے عیاں ہے کہ بحث برائے بحث آپ کا مطمحِ نظر نہیں ہوتا۔

پھر یہ قول جسے مسلم و فواتح میں اکثر اہلسنّت کی طرف منسوب فرمایا صرف مسلم و فواتح ہی میں نہیں دیگر کتب و کلامِ علماء میں بھی ہے۔ چنانچہ مسایرہ و مسامرہ سے گذرا۔ اس کے علاوہ تنقیح و توضیحِ صدر الشریعۃ میں ہے

واجتهاده لا يحتمل القرار على الخطاء.
يحتمل الخطأ فی حالة الابتداء لكن لا يحتمل القرار على الخطاء. مختصراً
[تنقیح و توضیح مع تلویح ، نولکشور ص۴۸۷]

اجتہادِ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم خطاء پر برقراری کا احتمال نہیں رکھتا۔
بحالِ آغاز اُس میں احتمالِ خطاء ہے لیکن خطاء پر برقرار رہنے کے احتمال سے پاک ہے۔

''حسامی'' امام حسام الدین محمد اخسیکثی [م ۶۴۴ھ] کی شرح ''غایۃ التحقیق'' امام عبد العزیز بخاری [م ۷۳۰ھ] میں ہے جس سے علامہ علی قاری نے مختصراً ''شم العوارض'' میں نقل فرمایا کہ

ثم اجتهاده عليه السلام لا يحتمِل الخطأ عند اكثر العلماء ، وعند اكثر اصحابنا يحتمل الخطأ ، لكنه لا يحتمِل القرار على الخطأ.

اجتہادِ حضورِاقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اکثر علماء کے نزدیک احتمالِ خطا نہیں۔ اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک احتمالِ خطاء

⟵ ابراهيم و موسىٰ عليهما السلام فی زَمَن نمرود و فرعون مع شدة خوف الهلاک. [شرحِ مواقف ، موقفِ سادس ، مرصدِ اول ، مقصدِ خامس ۲/۴۲۹]

میں کس بلا کا خوفِ ہلاکت تھا مگر اس کے باوجود اللہ کے نبی حضرتِ ابراہیم و حضرتِ موسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والتسلیم نے برملا دعوتِ حق فرمائی۔

[کتاب التحقیق شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق ص۲۰۰ میر محمد ، کتبخانه مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی]

ہوتا ہے ، لیکن خطاء پر برقرار رہنے کا احتمال نہیں ہوتا۔

نیز تحریر علامه ابنِ همام اور اس کی شرح تقریر و تحبیر ابنِ امیر حاج میں ہے

(قد ظهَر من المختار جواز الخطاء علیه علیه السلام) ای علی اجتهاده (الا انه لا یُقَرّ علیه) ای علی الخطاء.

مذہبِ مختار سے ظاہر ہوگیا نبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم سے خطائے اجتہادی ممکن ہے مگر حضور اس پر برقرار نہیں رکھے جائیں گے۔

وهذا قول اکثر الحنفیة ونقله الآمدی عن الشافعیة والحنابلة واصحاب الحدیث واختاره هو وابن الحاجب.

یہی اکثر حنفیہ کا قول ہے اور [امام سیف الدین] آمدی نے شوافع حنابلہ اورمحدثین سے یہی نقل کیا اورخود اُنہوں نے اور علامه ابنِ حاجب نے یہی اختیار کیا۔

(وقیل بامتناعه) ای جواز الخطاء علی اجتهاده ، نقله فی الکشف وغیره عن اکثر العلماء ، وقال الامام الرازی والصفی الهندی انه الحق ، وجزَم به الحلیمی والبیضاوی ، وذکَر السُّبْکی انه الصواب ، وان الشافعی نص علیه فی مواضع الاُمّ.

[التقریر والتحبیر علی التحریر فی اصول اللغة ، مقالة فی الاجتهاد وما یتبعه من التقلید والافتاء ۳/۳۸۰ ، ۳۸۱]

دوسرا قول یہ کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم سے خطائے اجتہادی نہیں ہوسکتی۔ ''کشف'' وغیرہ میں اسے اکثر علماء سے نقل کیا۔ امام رازی اور صفی هندی نے فرمایا : یہی حق ہے۔ حلیمی و بیضاوی نے اس پر جزم کیا اور امام سبکی نے بیان فرمایا کہ یہی صواب ہے۔ اور امام شافعی رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم اجمعین نے متعدد مقاماتِ ''اُمّ'' میں اسی قول کی تصریح فرمائی۔

[امتناعِ خطاء پر علامه صفی قاضی بیضاوی اور امام سبکی کی عبارات شروع عنوان میں گذریں]

الاِحکام فی اصول الاَحکام علی بن محمد آمدی [م۶۳۱ھ] میں ہے

اختلفوا فی جواز الخَطَأِ علیه فی اجتهاده فذهب بعض اصحابنا الی المنع من ذلک وذهب اکثر اصحابنا والحنابلة واصحاب الحدیث والجُبَّائی و جماعة من المعتزلة الی جوازه لکن بشرط ان لا یُقَرّ علیه ، وهو المختار. [الاحکام ۴/۲۶۱]

اس میں اختلاف ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم سے خطائے اجتہادی ممکن ہے؟...... یا نہیں؟...... ہمارے بعض فقہاء نے مانا کہ ممکن نہیں۔ اور اکثر فقہاء نیز حنابلہ اورمحدثین اور جُبّائی معتزلی نیز ایک جماعتِ معتزلہ نے مانا کہ ممکن ہے لیکن اس شرط سے کہ اس خطاء پر برقرار نہ رکھا جائے۔ اور یہی مذہبِ مختار ہے۔

کشف الاسرار امام عبد العزیز بخاری [م۷۳۰ھ] میں ہے

اجتھادہ لا یحتمل الخطأ عند اکثر العلماء. وان احتمل الخطأ کما ھو مذھب اکثر اصحابنا فلا یحتمل القرار علی الخطأ.
مختصراً [کشف الاسرار باب تقسیم السنة ۳/۳۱۰]

اجتہادِ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر علماء کے نزدیک احتمالِ خطاء نہیں رکھتا۔
اور اگر رکھتا ہے جیسا کہ ہمارے اکثر فقہائے حنفیہ کا مسلک ہے تو خطاء پر برقراری کا احتمال یکسر نہیں رکھتا۔

تقریرِ الٰہی جَلَّ وَعَلا کا مطلب

تقریرِ الٰہی : یعنی حکمِ اجتہادی پر حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو من جانب اللّٰہ برقرار رکھا جانا ، اس سے مراد ہے : حکمِ اجتہادیِ والا کے خلاف وحی کا نہ آنا۔ چنانچہ امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مسلم الثبوت کی عبارت ھو التقریر [فواتح ۲/۴۰۹] پر فرمایا

(التقریر) علیہ وعدم نزول الوحی علی خلافہ. [رحمة الملکوت قلمی منقول ۴/۷۸]

اجتہادِ حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضور کو برقرار رکھا جانا اور اجتہادِ والا کے خلاف وحی کا نہ آنا۔

یہ وعدم الخ عطفِ تفسیری ہے۔ یونہی دوسری عبارتِ مسلّم فان اقر علیہ [فواتح ۲/۴۰۷] پر بہ عطفِ تفسیری فرمایا

فان اُقِرَّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اجتھادہ و لم ینزل الوحی علی خلافہ الخ
[رحمة الملکوت قلمی منقول ۴/۷۵]

اگر حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجتہادِ والا پر رہنے دیا جائے اور اجتہادِ والا کے خلاف وحی نازل نہ ہو الخ

تقریرِ الٰہی سے اجتہادِ والا کا قطعی یقینی ہوجانا

مسلم و فواتح میں ہے

فان اُقِرَّ علیہ بعد اجتھادہ ، صار اجتھادہ کالنصّ قطعاً ، لانہ لا یُقَرّ علی الخطأ.
[فواتح ۲/۴۰۷]

پھر اگر حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجتہادِ والا پر من جانب اللّٰہ برقرار رکھا جائے تو اجتہادِ والا نص کی طرح قطعی ہوگا۔ کیونکہ حضور کو خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

تلویح شرحِ تنقیح و توضیح میں علامہ تفتازانی نے فرمایا

فتقریرہ علی مجتھَدہ قاطع | حکمِ اجتہادی پر نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو من جانب اللّٰہ برقرار

لِلاحتمال ، کالاجماع الذی سنده الاجتهاد.

[توضیح تلویح ص۴۸٦]

رکھا جانا [یعنی اُس حکم کے برخلاف وحی کا نہ آنا] یہ احتمالِ خطاء کو جڑ سے ختم کردے گا۔ جیسے اجماع جس کی سند اجتہاد ہو [کہ انفرادی حالت میں ہر مجتہد کے اجتہاد میں احتمالِ خطاء ہے مگر جب سب کا اجتہاد کسی مسئلہ میں ایک ہوگیا تو اب اجماع ہوگیا اور اجماع سے وہ احتمالِ گذشتہ جاتا رہا]۔

''حسامی'' امام حسام الدین محمد اخسیکثی [م ۶۴۴ھ] کی شرح ''غایة التحقیق'' امام عبد العزیز بخاری [م ۷۳۰ھ] میں ہے

فاذا اَقرّہ اللّٰہ تعالیٰ علی اجتھادہ دَلَّ انه کان ھو الصواب ، فیُوجِب علم الیقین کالنص.

فیکون مخالفته حراما و کفرا

[کتاب التحقیق شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق ص۲۰۰]

لہذا جب اللہ تعالیٰ حضور کو آپ کے اجتہاد پر برقرار رکھے تو یہ دلیل ہے کہ اجتہادِ حضور ضرور صحیح وصواب ہے۔

تو برقرار رکھے جانے سے امت کو حکمِ اجتہادیِ حضور پر ایسا ہی یقینِ قطعی ہوگا جیسا نص پر ہوتا ہے۔

اس لیے ایسے حکمِ اجتہادیِ والا کی مخالفت [عملاً] حرام اور [اعتقاداً] کفر ہوگی۔

کشف الاسرار امام عبد العزیز بخاری [م۷۳۰ھ] میں ہے

فاذا اَقَرَّہ اللّٰہ تعالیٰ علی اجتھادہ دل انه کان ھو الصوابَ ، فیُوجِب علم الیقین کالنص ، فتکون مخالفته حراماً و کفراً. مختصراً

[کشف الاسرار باب تقسیم السنة ۳/۳۱۰]

لہذا جب اللہ تعالیٰ حضور کو اجتہادِ والا پر برقرار رکھے تو یہ دلیل ہے کہ اجتہادِ والا خالص حق وصواب ہے۔
اب اس تقریرِ الٰہی سے اجتہادِ والا پر نص جیسا یقینِ قطعی ہوگا اور اُس کی مخالفت حرام وکفر ہوگی۔

مسئلہ کی نوعیت

شروع میں گذرا کہ امام قاضی عیاض اور امام علی بن عبد الکافی سبکی امام تاج الدین سبکی اور شیخ صفی ھندی نے امتناعِ خطائے اجتہادی کو ...... مسلکِ حق ...... بتایا اور امام قاضی عیاض نے اس کے خلاف امکانِ خطائے اجتہادی کے قول کو ...... نا قابلِ التفات ...... ٹھہرایا۔

جبکہ قولِ امکان کو مسلم و فواتح تحریر و تقریر مسایرہ و مسامرہ اور کشف الاسرار وغیرہ میں ...... قولِ مختار قولِ اکثر اہلسنّت قولِ اکثر حنفیہ ...... فرمایا ہے۔

تو مسئلہ اگرچہ تعلقِ عملیات کے ساتھ ساتھ متعلقِ اعتقادیات بھی ہے مگر اختلافی ہے ، اجماعی

نہیں۔ لہٰذا فروعِ عقائد سے ہے ، اصولِ عقائد سے نہیں۔ اور جن اہلسنّت نے کہا کہ ......'' امتناع ہی حق ہے ''...... اُن کی نظر میں امتناع پر جو دلیل ہے سمع سے یا عقل سے اُس کے پیشِ نظر کہا۔ باقی اُنہوں نے نہ اس کے خلاف کو گمراہی کہا ، نہ اسے عقیدۂ اجماعیۂ اہلسنّت کہا جس سے خلاف کا گمراہی ہونا ثابت ہو۔

سوال

المعتقد میں تو قولِ امکان کو قولِ بعید ومہجور اور بنابریں نا قابلِ التفات فرمایا ہے۔ چنانچہ المعتقد میں فان قلت کے تحت ہے

للانبیاء اجتهاد ، وجرى قول فى انه يجوز عليهم الخطاء فى الاجتهاد.

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے اجتہاد جائز ہے۔ اور اُن سے خطائے اجتہادی ممکن ہونے کے بارے میں ایک قول آیا ہے۔

اس پر قلت کے تحت فرمایا

ان القول بجواز الخطاء عليهم فى اجتهادهم قول بعيد مهجور ، فلا يُلتفت اليه.

[المعتقد المنتقد ص۱۱۲]

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ممکن ہونے کا قول قولِ بعید ومہجور ہے لہٰذا قابلِ التفات نہیں۔

جواب

مسلم الثبوت وغیرہ کتبِ کثیرہ میں جسے ...... مذہبِ مختار اور قولِ اکثر اہلسنّت و قولِ اکثر حنفیہ ...... فرمایا ہے ، جس کا قول کرنے شرح کرنے اور اکثر اہلسنّت یا اکثر حنفیہ کی طرف نسبت کرنے والے کثیر اعاظم اکابر اہلسنّت ہیں ، جس پر تحشیہ وتوجیہ وتشریح کر کے اور کچھ کلام واعتراض نہ کر کے اُس کے نا قابلِ جرح وقدح ہونے کا اشارہ کرنے والے امامِ اہلسنّت ہیں وہ قول بھلا قولِ بعید ومہجور اور بنابریں نا قابلِ التفات کیسے ہوسکتا ہے؟......

لہٰذا **اس قول میں** اور **جسے المعتقد میں بعید و مہجور فرمایا** اُس میں **فرق** ہے۔

قولِ اکثرِ اہلسنّت یا اکثرِ حنفیہ یا اکثرِ اصولیین یا مذہبِ مختار تو یہ ہے : **امکانِ خطائے اجتہادی مع عدمِ برقراری۔**

یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ہونے کا امکان مگر اُس کے ساتھ یہ کہ وہ اس خطاء پر **برقرار نہیں** رکھے جائیں گے بلکہ بذریعۂ وحی اُنہیں آگاہ فرما دیا جائے گا جس سے وہ رجوع فرمالیں گے اور خطاء زائل ہوجائے گی۔

جبکہ **المعتقد** میں جسے **قولِ بعید و مہجور** اور بنابریں **ناقابلِ التفات** فرمایا
وہ قولِ امکانِ خطائے اجتہادی **مع برقراری** ہے۔

اوروہ قولِ ثالث ہے۔

① پہلا قولِ **امتناع** ہے ، یعنی انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی نہیں ہوسکتی۔

② دوسرا قولِ **امکان** ہے ، مع **عدمِ برقراری** ، یعنی خطائے اجتہادی ہوتو سکتی ہے لیکن اُس پر اُنہیں برقرار نہیں رکھا جائے گا۔

③ اور تیسرا **امتناع مختص** بہ حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اور **امکان** برائے دیگرانبیاء علیھم الصلوٰۃ والثناء **مع برقراری** ، یعنی خطائے اجتہادی نہ ہوسکنا ہمارے آقا سے خاص ، اور دیگرانبیاء سے مع برقراری ممکن۔

چنانچہ **شرح جمع الجوامع امام جلال الدین محلی** [م ۸۸۱ھ] کی شرح **الآیات البینات امام احمد بن قاسم شافعی** [م ۹۹۴ھ] میں ہے

قوله : والصواب ان اجتهاده عليه افضل الصلوٰة والسلام لايخطئ.

مصنف امام تاج الدین سَبکی نے کہا :

① "صواب یہ ہے کہ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجتہاد خطا نہیں ہوگا"

ثم قول الشارح : وقيل قد يخطئ ولكن يُنَبَّه عليه سريعا.

② پھر شارح علامہ جلال محلی نے کہا : کہا گیا کہ کبھی خطاء ہوگا لیکن جلد ہی اس پر آگاہ فرمادیا جائے گا۔

اقول : لم يتعرض لغيره من الانبياء ههنا ايضا ، والمُتَّجَه عندی امتناع الخطاء علی غيره من الانبياء ، اما مطلقا ، او من غير تنبيه عليه سريعا.

اقول :- یہاں اورانبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ جبکہ [دلائلِ عقل وشرع سے] جو میرے نزدیک صحیح [یا جو مجھ پر روشن] ہے وہ یہ ہے کہ اور انبیائے کرام بھی خطائے اجتہادی سے پاک ہیں

① یا تو مطلقاً کہ خطائے اجتہادی ہوہی نہیں۔

② یا یوں کہ اُس خطاء پر اُنہیں جلد ہی باخبر کردیا جائے۔

واما تجويزه عليهم من غير تنبيه عليه ففيه نظر ظاهر ، وان صرّح به قوله فی شرح الروض فی باب النكاح فی بحث

③ رہا خطائے اجتہادی کا اورانبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایسا امکان ماننا کہ خطاء پر اُنہیں من جانب اللّٰہ آگاہ بھی نہ کیا جائے

الخصائص ما نصه :
وكان لا يجوز عليه الخطأ اذ ليس بعده نبی يستدرك خطأه بخلاف غيره من الانبياء اهـ
ونقله السيوطی عن ابنِ ابی هريرة والماوردی فقال فی مختصر الخصائص فی الباب الاول المعقود للخصائص التی اختص بها عن جميع الانبياء ما نصه :
ولا يجوز عليه الخطأ عد هذه ابن ابی هريرة و الماوردی. اهـ
والوجه ما قلنا لان الخطأ من غير تنبيه نقص لا يليق بمنصب النبوة.
[الآيات البينات علی شرح جمع الجوامع ۴/۳۴۴ ، ۳۴۵]

یہ کھلا محلِ نظر ہے اگرچہ شرحِ روض باب نکاح بحثِ خصائص میں شارحِ روض کے قول میں اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ شارحِ روض امام زکریا انصاری نے کہا :
''میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے [اجتہادی] خطاء نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو اُس خطاء کی تلافی کرے جو حضور کی نسبت ممکن مانی جائے ، بخلاف اور انبیائے کرام کے'' [اسنی المطالب شرح روض الطالب ۴/۱۰۷]
نیز اسے امام سیوطی نے ابنِ ابی ہریرہ اور ماوردی سے نقل کیا۔
چنانچہ ''مختصرِ خصائص '' کے باب اول میں اُن خصائص میں ...... جو تمام انبیاء سے امتیازی شان کے حامل حضور کو عطاء ہوئے اور صرف حضور کا حصہ بنے ...... فرمایا
''حضور سے خطاء ممکن نہیں۔ اسے ابنِ ابی ہریرہ اور ماوردی نے خاصہ والا شمار کیا''۔
اور [یہ قولِ امکانِ خطائے اجتہادی مع برقراری جس کی تصریح شارحِ روض کے قول میں ہے اور جسے امام سیوطی نے امام ابنِ ابی ہریرہ اور امام ماوردی کی طرف منسوب کیا] اس قولِ ثالث کے صاف محلِ نظر و قابلِ اعتراض ہونے کی وجہ وہی ہے جو ہم بتا چکے کہ ایسا امکان نقص ہے منصبِ نبوت کے شایانِ شان نہیں۔

یہ ''آیاتِ بینات'' کا کلام تھا جس میں قولِ ثالث کو قولاً یا قبولاً امام زکریا انصاری کا اُن کی شرحِ روض کے حوالہ سے قول بتایا ، اور امام سیوطی کی ''مختصر خصائص'' کے حوالہ سے امام ماوردی اور امام ابنِ ابی ہریرہ کا قول بتایا۔
شرحِ روض میں تو خیر ایسا ہے۔ اور وہی اور اُتنی ہی عبارت ہے جو صاحبِ آیات نے نقل فرمائی جس پر شرحِ روض کا ہم نے حوالہ بھی دے دیا مگر امام ماوردی [م۴۵۰ھ] کی طرف سے ایسا کلام نہیں ملتا جس سے یہ جزم ہو کہ قولِ ثالث قولاً یا قبولاً کسی طرح اُن کا قول ہو۔ امام سیوطی کی خصائصِ کبریٰ [۳/۱۷۷] کی عبارت کہ

قال الماوردی فی تفسیرہ : قال ابن ابی ھریرۃ : کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یجوز علیہ الخطأ ، ویجوز علی غیرہ من الانبیاء ، لانہ خاتم النبیین ، فلیس بعدہ من یَستدرِک خطأہ ، بخلافھم ، فلذلک عصَمہ اللّٰہ تعالیٰ منہ.

ماوردی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: ابنِ ابی ہریرہ نے کہا : ہمارے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاء ممکن نہیں ، اورانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام سے ممکن ہے۔ اس لیے کہ حضور آخری نبی ہیں تو حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو اُس خطاء کی جو حضور سے ممکن مانی جائے تلافی کرے بخلاف اورانبیائے کرام کے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطائے اجتہادی سے پاک ومعصوم رکھا۔

اس عبارت سے ظاہراً یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قولاً نہ سہی تو قبولاً یہ قولِ ثالث امام ماوردی کا قول ہے۔ یعنی قولاً تو امام ابنِ ابی ھریرہ کا قول ہے جسے ازراہِ قبول امام ماوردی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا تو قبولاً وہ امام ماوردی کا بھی قول ہوا۔ مگر امام ماوردی نے اپنی تفسیر النکت والعیون میں صرف یہی قولِ ثالث تو نقل نہیں کیا ہے ، اورقول بھی تو نقل کیا ہے۔ تو کیسے جزم ہوگا کہ یہی اُنہیں مقبول ہے؟...... قولِ دیگر نہیں؟......

چنانچہ آیتِ کریمہ

[پ۱۷ ایت ۷۹ الانبیاء] ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا [کنز الایمان]

کے تحت وہ فرماتے ہیں

وفی حکمھما قولان : احدھما : انہ کان متفقًا لم یختلفا فیہ.

والقول الثانی : وھو قول الجُمھور من العلماء والمفسرین ان حکمھما کان مختلفًا ، اصاب فیہ سلیمان ، و اخطأ داؤد.

ولا یمتنع وجود الغَلَط والخطأ من الانبیاء ، کوجودہ من غیرھم ، **لکن** لا یُقَرُّون علیہ ، وان اُقِرّ علیہ غیرھم .

واختلف القائلون بھذا فی حملہ

سیدناداؤد اور سیدناسلیمان علی نبینا وعلیھما الصلوٰۃ والسلام نے جو فیصلہ فرمایا اس کے بارے میں دوقول ہیں

① **اول**:- دونوں حضرات کا فیصلہ متفق تھا مختلف نہیں۔

② **دوم**:- حضرتِ سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ صواب اور حضرتِ داوٗد علیہ السلام کا فیصلہ خطاء تھا۔

اور انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ممکن ہے ، جیسے مجتہدینِ امت سے ممکن ہے ، لیکن انبیائے کرام کو خطائے اجتہادی پر برقرار نہیں رکھا جاتا آگاہ فرمادیا جاتا ہے ، جبکہ اوروں کو آگاہ نہیں فرمایا جاتا۔ یہ جمہورعلماء و مفسرین کا قول ہے۔

پھر یہ امکانِ خطائے اجتہادی کیا عام ہے؟...... تمام انبیائے

علی العموم فی جمیع الانبیاء علی قولین :

احدھما : ان نبینا محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مخصوص منھم بجواز الخطأ علیھم دونہ.

قالہ ابو علی بن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ، وفرَّق بینہ و بین غیرہ من جمیع الانبیاء ، لانہ خاتم الانبیاء ، فلم یکن بعدہ من یستدرِک غلَطہ.

والقول الثانی : انہ علی العموم فی جمیع الانبیاء ، وان نبینا و غیرہ من الانبیاء فی تجویز الخطأ علی سواء ، **اِلَّا** انھم لا یقرون علی امضائہ ، فلم یُعتبر فیہ استدراک من بعدھم من الانبیاء. مختصراً

[النکت والعیون ۳/۴۵۷]

کرام کو شامل ہے؟...... اس سلسلے میں امکانِ خطائے اجتہادی کے قائل علماء ومفسرین کے دو مختلف قول ہیں

پہلا قول:- امکانِ خطائے اجتہادی دیگر انبیائے کرام کے لیے ہے حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وسلم کے لیے نہیں یہ میرے آقا کی دیگر انبیاء سے جدا خصوصیت ہے۔

یہ امام ابو علی ابن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کا ماننا ہے۔ انہوں نے حضور اور باقی تمام انبیاء میں اس لیے فرق مانا ہے کہ حضور خاتم النبیین ہیں سب میں پچھلے نبی ، تو حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو اُس خطائے اجتہادی کی تلافی کرے جو حضور سے ممکن مانی جائے۔

دوسرا قول:- امکانِ خطائے اجتہادی علی العموم تمام انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہے اور ہمارے آقا اور دیگر انبیاء اس بارے میں برابر ہیں کہ اُن سب سے خطائے اجتہادی کا امکان مانا جائے **مگر** کسی نبی کو اِس پر برقرار نہیں رکھا جائے گا کہ وہ خطائے اجتہادی سے ناشی حکم کو نافذ کریں۔

تو ...... بعد میں آنے والے نبی اگلے نبی سے ہوئی خطائے اجتہادی کی تلافی کریں ...... یہ ان حضراتِ قائلینِ عموم کو **منظور نہیں**۔

اس میں امام ماوردی نے فیصلۂ مذکور فی الآیت کے بارے میں بھی دو قول نقل فرمائے اور انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ممکن ہونے کے بارے میں بھی دو قول نقل فرمائے تو یہ کیسے جزم ہوگا کہ دو میں سے پہلا ہی اُنہیں مقبول ہے۔ تاہم یہ جزم بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مقبول نہیں بلکہ ردو قبول دونوں محتمل ہیں۔

مگر بحرِ محیط علامہ زرکشی سے معلوم ہوا کہ یہ قولِ ثالث منسوب بہ امام ابنِ ابی ھریرہ اُنہیں مقبول نہیں۔ کیونکہ بحر محیط میں اس قولِ ثالث کی مخالفت کرنا اُن سے منقول ہے۔ چنانچہ علامہ بدر الدین محمد زرکشی شافعی [م۷۹۴ھ] ''البحر المحیط'' فی اصول الفقہ میں فرماتے ہیں

قال الماوردی والرؤیانی فی کتاب | امام ماوردی اور امام رویانی نے کتاب القضاء میں کہا :

القضاء : اختلف اصحابنا فی عصمة الانبیاء من الخطأ فی الاجتهاد علی وجهین:

احدهما : انهم معصومون.

و (**الثانی**) المنع ، لکن لا یُقَرِّرهم اللّٰه علیه ، لیزول الارتیاب به ،

وان جاز ان یکون غیرهم من العلماء مُقَرًّا علیه.

وقالا : قال ابن ابی هریرة نبینا علیه الصلوٰة والسلام معصوم فی الاجتهاد من الخطأ دون غیره من الانبیاء ، لانه لا نبی بعده یستدرِک ، بخلاف غیره من الانبیاء.

قلت : وهکذا رأیته فی "تعلیقه" فی الاقضیة.

فحصل فی عصمتهم فی الاجتهاد مذاهب :

(**ثالثها**) نبینا فقط.

وقال الماوردی : وهذا لا وجه له ، لان جمیع الانبیاء غیر مُقَرّین علی الخطأ فی وقت التنفیذ و لا یُمهَلون علی التراخی حتی یستدرِکه من بعدهم.

قلت : وهو افسد الاقوال.

مختصراً

"انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خطائے اجتہادی سے معصوم ہونے کے بارے میں ہمارے فقہائے شافعیہ دو قول پر ہیں

اول یہ کہ معصوم ہیں ، خطائے اجتہادی ممکن نہیں۔

ثانی یہ کہ نہیں ، خطائے اجتہادی ہوسکتی ہے ، لیکن اللہ پاک اُنہیں اس خطاء پر رہنے نہ دے گا تاکہ امت اُن کے اس حکمِ اجتہادی کے بارے میں شک میں نہ پڑے۔

جبکہ مجتہدینِ امت کے لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ اِنہیں اِن کی خطائے اجتہادی پر متنبہ نہ کیا جائے۔"

نیز یہی امام ماوردی و امام رویانی کہتے ہیں کہ :

" ابنِ ابی ہریرہ نے کہا : ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطائے اجتہادی سے معصوم ہیں ، دیگر انبیاء نہیں۔ اس لیے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں جو خطائے اجتہادی کی تلافی کرے ، بخلاف دیگر انبیاء کے۔ علیہم الصلوٰۃ والثناء۔"

میں کہتا ہوں [یعنی علامہ زرکشی] کہ ایسا ہی میں نے امام ابنِ ابی ہریرہ کی "تعلیق" بر اَقْضِیَہ میں اسے دیکھا۔

تو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمتِ اجتہادی کے بارے میں تین مسلک ہوئے۔ [دو اوپر گذرے اور] تیسرا مسلکِ ابنِ ابی ہریرہ کہ عصمتِ اجتہادی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

امام ماوردی نے **کہا** : یہ **تیسرا مسلک صحیح نہیں** ، کیونکہ تمام انبیائے کرام کی یہ شان ہے کہ حکمِ اجتہادی نافذ کرتے وقت اُنہیں خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا اور اُنہیں اتنی مدت چھوڑ نہیں دیا جاتا کہ بعد میں آنے والے نبی اُن کی خطائے اجتہادی کی تلافی کریں۔

میں کہتا ہوں [یعنی علامہ زرکشی] یہ قولِ ثالث یا مسلکِ ثالث

[بحرِ محیط ۲۱۹/۶] | سب سے زیادہ شنیع قول ہے۔

سوال

المعتقد میں تو اعتراض میں بھی مطلق بلاقید ہے یجوز علیهم الخطأ فی الاجتهاد. اور جواب میں بھی مطلق بلاقید ہے جواز الخطأ علیهم فی اجتهادهم.

جواب

وہ مطلق معری عن القید نہیں براہِ کثرتِ استعمال اُس سے جو معنی ظاہر مفہوم ہے وہ یہی ہے کہ برقرار رہنے والی خطائے اجتہادی کا امکان۔

دیکھو شرحِ حسامی میں فرمایا

عند اکثر اصحابنا یحتمل الخطأ ، **لکن** لا یحتمل القرار.

یونہی نهاية الوصول للشیخ الصفی الهندی میں عبارتِ گذشتہ کے بعد ہے

وقال اکثر اصحابنا : یجوز **لکن** بشرط ان لا یقر علیه. [نهاية الوصول] | ہمارے اکثر اصحابِ حنفیہ نے کہا : خطائے اجتہادی ممکن ہے **لیکن** اس شرط سے کہ اس پر برقرار نہ رکھا جائے گا۔

یونہی الاحکام کی عبارت میں ہے جو گذری۔

نیز بحرِ محیط کی عبارت میں گذرا کہ

الثانی المنع ، **لکن** لا یُقرّهم الله علیه. [بحر المحیط ۲۱۹/۶] | امکانِ خطائے اجتہادی **لیکن** اللہ پاک اُنہیں اس خطائے اجتہادی پر برقرار نہیں رکھتا۔

نیز تفسیرِ ماوردی سے گذرا کہ

القول الثانی : لا یمتنع وجود الخطأ من الانبیاء **لکن** لا یُقَرُّون علیه. [النکت والعیون ۴۵۷/۳] | انبیائے کرام سے خطائے اجتہادی ممکن ہے **لیکن** اُنہیں اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

لکِن حرفِ استدراک ہے۔ اور

ومعنی الاستدراک : رفع توهم یتولّد من المتقدم . [شرح جامی] | اور استدراک کا معنی ہے گذشتہ کلام سے جو توہم ہوا اُسے دور کرنا۔

اور تَوَهُّم کا معنی ہے : کسی معنی کی طرف تبادُرِ ذہنی سبقتِ ذہنی یعنی ذہن کا فوراً اُس معنی پر پہنچنا ، یا ذہن کا معنیٔ غالب وراجح کی طرف جانا۔

تَوَهَّمَ ، قال ابو البقاء : هو سَبْقُ الذهنِ الی الشئ . [تاج العروس]

اور یہی ایہام میں ہوتا ہے

—" ایہام میں تبادر درکار ہے ، ذہن اُس معنی کی طرف سبقت کرے "—

[فتاوی رضویہ نصفِ اول ۹/۲۰۵ ، مترجم ۲۴/۲۹۵]

تو تَوَهُّم اور ایہام تبادرِذہنی کے معنی میں ایک ہوئے ، لازم ومتعدی کا فرق ہے۔

القاموس المحیط اور تاج العروس میں ہے تَوَهَّمَ : ظَنَّ [ق] : ظن کرنا گمان کرنا۔ وقال ابو البقاء : هو سَبْق الذهن الی الشئ [ت] : تَوَهُّم کا معنی ہے : ذہن کا اُس معنی کی طرف فوراً جانا۔

اور اسی کے بعد قاموس میں لائے ہیں اَوْهَمَهٗ اِيْهَامًا و وَهَّمَهٗ غيرُه توهيمًا.

یہ اشارہ ہے کہ تَوَهُّم کا متعدی ایہام و توہیم ہے۔ تو ایہام و توہیم کا معنی ہوا : تَوَهُّم دلانا ظن کرانا۔

صراح میں اس کو اورصاف کردیے ہیں اور یوں کہے ہیں تَـوَهُّم : گمان بردن : گمان کرنا۔ اِيْهَام تَـوْهِيم : بگمان افگندن : گمان کرانا گمان میں ڈالنا۔ تو ایہام "وَهم" کا متعدی نہیں جو پہلوئے مرجوح ہوتا ہے بلکہ تَوَهُّم کا متعدی ہے جو پہلوئے راجح یعنی ظن ہوتا ہے۔ اور یہی قاموس میں تَوَهُّم کا معنی کیے ہیں ، اورصاحبِ تاج نے تَوَهُّم کا معنی نقل کیا : ذہن کا تبادُرِذہنی اُس معنی کی طرف ہونا۔

تو بہرحال ایہام کا معنی ہوا ذہن کو معنی کی طرف فوراً لے جانا یا معنی راجح وغالب کی طرف لے جانا۔ اور ان دونوں میں منافات نہیں۔ جو معنی راجح وغالب ہوگا ذہن پہلے پہل اُسی کی طرف جائے گا۔

الغرض ایہام کا معنی وہم دلانا نہیں ، جو کہ پہلوئے مغلوب ومرجوح ہوتا ہے ، بلکہ ایہام کا معنی ہے : تَوَهُّم دلانا۔ اور تَوَهُّم و ایہام میں لازم ومتعدی کا فرق ہے۔

ولہذا علامہ عصام نے تَوَهُّم کے ساتھ ساتھ ایہام سے بھی استدراک کا معنی بتایا۔

قال فی الصحاح : استدر كته ما فات وتدار كته بمعنی.

صحاح میں کہا : استدراک اور تدارک دونوں کا معنی ایک ہے یعنی تلافیِ مافات کرنا۔

فكون لكن للاستدراک بمعنی انه لتدارک ما فات المتكلم لايهام كلامه ماليس بواقع بايراد كلام دافع للتوهم.

[حاشیہ عصام بر شرح جامی]

تو لکن کے برائے استدراک ہونے کا معنی ہے : برائے تلافیِ مافات ہونا۔ یعنی متکلم کے کلام میں ایسے معنی کا ایہام ہے جو واقع کے برخلاف ہے اس لیے متکلم اس توہم کو دور کرنے والا کلام لاکر فوت شدہ کا تدارک کررہا ہے اور جو بات اُس سے چھوٹ گئی ہے اُس کمی کو پورا کررہا ہے۔

تو **استدراک وہاں ہوگا** اور **لکن وہاں آئے گا جہاں کلامِ سابق سے ایہام ہو۔** اور

ایہام میں جس معنی کی طرف ذہن فوراً سبقت کرتا ہے وہ لفظ کا معنئ قریب ہوتا ہے

التوریة و یسمّٰی الایھام ایضا وھو ان یطلق لفظ له معنیان قریب و بعید ویُراد به البعید.

[مختصر المعانی ص ۴۵۶]

ایہام یہ ہے کہ لفظ کے دو معنی ہوں قریب اور بعید ، اور معنئ بعید مراد لے کر وہ لفظ بولا جائے۔

یہی تعریفِ ایہام فتاوائے امام میں بحوالۂ ''تلخیص المفتاح'' ہے جس کی شرح مختصر المعانی سے ہم نے پیش کیا۔ نیز تعریفات سے بھی فرمایا ہے کہ

—'' علامہ سید شریف قُدِّسَ سِرُّهُ الشَّرِیف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں

الایھام و یقال له التخییل ایضاً وھو ان یذکر لفظ له معنیان قریب و غریب فاذا سمعه الانسان سبق الی فھمه القریب و مراد المتکلم الغریب. ''—

[فتاوی رضویه نصف اول ۲۰۵/۹ ، مترجم ۶۹۴/۲۴]

ایہام اور اسے تخییل بھی کہتے ہیں ، اس کا معنی ہے ایسا لفظ بولنا جس کے دو معنی ہوں ، [ایک ذہن سے] قریب ، [اور دوسرا ذہن کے لیے] نامانوس واجنبی ، آدمی جب وہ لفظ سنے تو پہلے پہل اُس کا ذہن معنئ قریب کی طرف جائے جبکہ متکلم کی مراد معنئ غریب یعنی معنئ اجنبی ہو۔

اور مختصر المعانی میں ''قریبٌ'' پر بین السطور میں ہے

قریب الی الفھم لکثرة استعماله. [ایضاً]

قریب سے مراد ہے تبادرِ ذہنی یعنی وہ معنی فہم سے قریب ہو لفظ سن کر فوراً وہی سمجھ میں آئے اس وجہ سے کہ اس لفظ کا زیادہ استعمال اُسی معنی میں ہوتا ہو۔

تو لفظِ ''**لٰکِن**'' ...... جو کتبِ کثیرہ کی عبارات میں آیا ...... بتا رہا ہے کہ مبحثِ خطائے اجتہادی میں یحتمل الخطأ سے **فوراً انتقالِ ذہنی جس معنی** کی طرف ہوتا ہے وہ یہی **برقرار رہنے والی خطائے اجتہادی** ہے یعنی جس کے لیے عصمت نہیں ہے یعنی یہ وعدۂ الٰہیہ نہیں ہے کہ اُس پر آگاہ فرما کر اُسے زائل کر دیا جائے گا ، اور اس تبادُرِ ذہنی سے یحتمل الخطأ میں ...... خطائے اجتہادی مع برقراری ...... کا ایہام ہے جسے دور کرنے کے لیے حضراتِ علماء لفظِ **لٰکِن** لائے ہیں۔

لہٰذا المعتقد میں منقول یجوز الخطأ اور جواز الخطأ کا ظاہر معنی یہی ہے [یعنی امکانِ خطائے اجتہادی مع برقراری] اور اس ظاہر معنی پر وہ بیشک قولِ بعید و مہجور ہے

[جس کی تصریح شارحِ ''روض'' امام زکریا انصاری کے کلام میں ہے اور جس کا قائل صاحبِ ''آیات'' نے

ــــ عصمتِ مصطلحہ بمعنی وعدۂ حفظِ الٰہی ہے۔ بہارِ شریعت [۱۳/۱] میں ہے

—'' عصمتِ انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہولیا الخ ''—

امام سیوطی کی ''مختصر خصائص'' کے حوالہ سے ماوردی اور ابنِ ابی ھریرۃ کو بتایا اور خود امام ماوردی کی تفسیر نیز بحرِ محیط میں جس کا قائل صرف امام ابنِ ابی ھریرۃ کو بتایا گیا]

وہ ہرگز ہرگز وہ قول نہیں جسے کتبِ کثیرہ میں قولِ اکثر اہلسنّت یا قولِ اکثر حنفیہ یا قولِ مختار فرمایا ہے۔

تو امکانِ خطائے اجتہادی کو علامہ بدایونی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے ...... قولِ بعید و مہجور ...... فرمانے اور کثیر علمائے اہلسنّت کے ...... قولِ اکثر حنفیہ قولِ اکثر اہلسنّت قولِ مختار ...... فرمانے میں کوئی تعارض نہیں۔

دربارۂ امکانِ خطائے اجتہادی انبیائے کرام اور اہلِ بیت میں فرق

یہاں ایک جماعتِ کثیرۂ اہلسنّت کی طرف سے یہ بیان گذرا کہ وہ انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کے لیے خطائے اجتہادی ممکن مانتے ہیں۔ اور فواتح سے یہ گذرا کہ

ہم اہلسنّت کے نزدیک اہلِ بیت سے خطائے اجتہادی ممکن ہے

ان دو قولِ امکان میں کیا فرق ہے؟......

فرق صاف ظاہر ہے۔ جن اہلسنّت نے انبیائے کرام علیھم الصلوۃ والسلام سے خطائے اجتہادی ہونا ممکن مانا تو صاف صاف یہ بھی فرما دیا

لَا یُقَرُّون علیه بل یُنَبَّھُوْن. [مسامرہ ص ۲۰۲]	خطائے اجتہادی پر انبیائے کرام برقرار نہیں رکھے جائیں گے ، بلکہ اُنہیں آگاہ فرما دیا جائے گا۔
الا انه لا یُقَرّ علی الخطأ. [تحریر مع تقریر ۳/۳۸۱]	مگر خطائے اجتہادی پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برقرار نہ رکھا جائے گا۔
اجتھاده لا یحتمل القرار علی الخطأ. [توضیح تلویح ص ۴۸۷]	اجتہادِ والا میں خطاء پر برقراری ممکن نہیں۔
فلا یحتمل القرار علی الخطأ. [کشف الاسرار ۳/۳۱۰]	اجتہادِ والا خطاء پر برقراری کا احتمال یکسر نہیں رکھتا۔
امَّا انه لا یُقَرَّرُ علیه فاتفاق. [مسلم الثبوت ، فواتح الرحموت ۲/۴۱۱]	خطائے اجتہادی پر برقرار نہ رکھا جانا یہ اہلسنّت کا متفقہ ہے۔

[یہ سب عبارات بالتفصیل پہلے گذریں]

جبکہ اہلِ بیت کے لیے یہ نہیں ہے اور نہ ہی اہلسنّت نے یہ مانا ہے۔ بلکہ جو مانا ہے وہ یہ ہے کہ

واھل البیت کسائر المجتھدین یجوز علیھم الخطأ فی اجتھادھم وھم یصیبون و یخطئون. [فواتح الرحموت ۲/۲۷۹]	اور اہلِ بیت باقی مجتہدینِ امت کی طرح ہیں اجتہاد میں اُن سے خطاء ہونا ممکن ہے اور اجتہاد میں اصابت وخطاء اُن کے ساتھ بھی ہے۔

اہلسنّت کے عقیدے میں باقی مجتہدینِ امت کے لیے جو خطائے اجتہادی کا امکان ہے وہ برقراری کے ساتھ ہے۔ اور اہلِ بیت باقی مجتہدینِ امت کی طرح ہیں تو اُن سے بھی خطائے اجتہادی کا امکان برقراری کے ساتھ ہے۔

نیز شم العوارض فی ذم الروافض میں علامہ علی قاری نے بحوالہ ''غایۃ التحقیق'' فرمایا جو گذرا کہ

احتمال الاجتھاد والخطأ والقرار علیہ جائزان فی حق الامۃ. [رسالہ شم العوارض ، مجمو رسائل ملا علی قاری ۸/۴۰۹]	[مجتہدینِ] امت کے حق میں خطائے اجتہادی مع برقراری کا احتمال محال نہیں۔

نیز بحرِ محیط سے گذرا

وان جاز ان یکون غیرھم من العلماء مقراً علیہ. [البحر المحیط ۶/۲۱۹]	اگرچہ انبیائے کرام کے علاوہ امت میں جو اہلِ علم واجتہاد ہیں اُن کے حق میں یہ ممکن ہے کہ اُنہیں خطائے اجتہادی پر رہنے دیا جائے اور آگاہ نہ کیا جائے۔

نیز تفسیرِ ماوردی سے گذرا کہ

وان اُقِرَّ علیہ غیرھم. [النکت والعیون ۳/۴۵۷]	اگرچہ انبیائے کرام کے سوا اوروں کو خطائے اجتہادی پر چھوڑ دیا جاتا ہے ، متنبہ نہیں کیا جاتا۔

نیز کشف الاسرار میں فرمایا

اجتھاد غیرہ یحتمل الخطأ والقرار علیہ. [کشف الاسرار ۳/۳۱۰]	نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ مجتہدینِ امت کا اجتہاد خطاء مع برقراری کا احتمال رکھتا ہے۔

فرقِ برقراری و عدمِ برقراری سے پیدا دوسرا فرق

ولہذا مجتہدینِ امت اہلِ بیت ہوں یا اُن کے علاوہ بہرصورت اُن کے اجتہاد کی دوسرا مجتہد اگر اُس کی نظر میں حق وصواب کچھ اور ہو تو مخالفت کرسکتا ہے۔ جبکہ اجتہادِ اقدسِ حضور سیدِ عالَم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کسی کو روا نہیں۔

تحریر علامہ ابنِ ھمام اور شرح تقریرو تحبیر علامہ ابنِ امیرحاج میں ہے

(فـان اُقِـرّ) عـلـی مـا ادّی الیـه اجتهــاده عـنـد خـوف الـحــادثة (اوجـب) اقـراره عـليه (القطع بـصـحته) ای ما ادی الیه اجتهاده لــمــا سيــأتـی مـن ان اجتهـاده لا يـحتـمـل الخطأ ، او اَنه لا يُقَرّ علی الـخـطـأ (فـلـم يـجُـز مخـالفتـه) كـــالــنـص (بـخـلاف غيـره مـن الـمـجتهـدين) فانه يجوز مخالفته الـی اجتهـاد مجتهد آخر لاحتمال الخطأ والقرار عليه.

[التقرير والتحبير للمحقق الحلبی علی التحرير للامام ابن الهمام ۳/۳۰۴]

جوتازہ واقعہ پیش آیا جس میں حکمِ شرعی درکار تھا اوراس اندیشہ سے کہ وہ واقعہ بغیر حکم کے فوت نہ ہوجائے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجتہاد سے حکم بیان فرمایا تو جس حکم تک نظرِ اجتہادِ والا پہنچی اُس حکم پر اگر حضورکو من جانب اللہ برقراررکھا جائے [یعنی اس کے خلاف وحی نہ آئے] تو یہ برقرار رکھا جانا حضور کے حکمِ اجتہادی کے حق وصحیح ہونے کا یقین کرادے گا۔

اور اس یقین کا سبب وہی ہے کہ اجتہادِ والا میں خطاء کا یا تو سرے سے امکان نہیں یا پھر خطاء پر برقرار رکھے جانے کا تو ہرگز احتمال نہیں۔ لہذا اجتہادِ والا کی مخالفت [امت کو] ہرگز جائز نہیں جیسے نص کی مخالفت جائز نہیں۔

بخلاف اور مجتہدینِ امت کے کہ اُن میں ایک مجتہد کے اجتہاد کی طرف رجوع اور اُس کی پیروی کر کے دوسرے مجتہد کی مخالفت عمل میں لانا [امت کو] جائز ہے کیونکہ مجتہدینِ امت سے خطائے اجتہادی اوراس پر برقراری دونوں ممکن ہیں۔

حسامی کی شرح غاية التحقيق میں ہے

فـاذا اَقَـرّه الـلّٰه تعالیٰ علی اجتهاده دَلَّ انه كـان هـو الـصـواب ، فيُوجِب علم اليقين كالنص.

فيـكـون مـخـالـفتـه حراماً وكفرًا بخلاف اجتهــاد غيــره مـن الامة ، حيـث يـجـوز مـخـالـفتـه لـمـجتهـد آخر، لانه احتمال الـخـطأ والقرار عليه جائزان فی حق الامة فـلا يتـعيـن الـصـواب فی حقِ واحدٍ ، وان كـان الحق لا يعدوهم ، فيجوز لكل واحد

لہذا جب اللہ تعالیٰ حضورکو آپ کے اجتہاد پر برقرار رکھے تو یہ دلیل ہے کہ اجتہادِ حضور ضرور صحیح وصواب ہے۔

تو برقرار رکھے جانے سے امت کو حکمِ اجتہادیِ حضور پر ایساہی یقینِ قطعی ہوگا جیسا نص پر ہوتا ہے۔

اس لیے ایسے حکمِ اجتہادیِ والا کی مخالفت [عملاً] حرام اور [اعتقاداً] کفر ہوگی۔

جبکہ امت کا اجتہاد ایسا نہیں۔ کیونکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد کی مخالفت کرسکتا ہے اس لیے کہ امت سے خطائے اجتہادی ہونا اوراُس خطاء پر مجتہد امتی کا

مخالفة الآخر بالاجتهاد، لاحتمال الصواب فی اجتهاده و احتمال الخطأ فی اجتهاد غیره.

[کتاب التحقیق شرح الحسامی المعروف بغایة التحقیق ص۲۰۰ میر محمد، کتبخانه مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی]

برقرار رہنا یہ دونوں ممکن [بہ امکانِ قوی] ہیں۔

لہذا حق وصواب اگرچہ تمام مجتہدینِ امت سے باہر نہیں ، تاہم خاص کسی ایک مجتہد کے اجتہاد میں متعین نہیں۔ لہذا ہرایک مجتہد کو دوسرے سے خلاف کرنے کا اس وجہ سے حق ہے کہ اُس کا اجتہاد صواب ہونے اور دوسرے کا خطاء ہونے کا احتمال رکھتا ہے۔

اور اہلِ بیتِ عظام کو حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح معصوم عن الخطأ ماننا رافضیوں کا گمراہانہ عقیدہ ہے۔

—" الروافض کلهم یرون الائمة الاثنی عشر کَرَّمَ اللّٰهُ وُجُوهَهُم معصومین من الخطأ **مثل** الانبیاء "—

[فواتح الرحموت للعلامة بحر العلوم۲/۴۱۰]

دربارۂ زلّت حضراتِ انبیاء اور اہلِ بیت میں فرق

یہی فرق دربارۂ زَلّت بھی ہے۔ توضیح میں فرمایا

فصل:- فی افعاله علیه السلام فمنها ما یقتدی به و هو مباح و مستحب و واجب وفرض و غیر المقتدی به وهو اما مخصوص به او **زَلَّة** وهی فعله من الصغائر یفعله من غیر قصد ولا بد ان ینبه علیها لئلا یقتدی بها. [توضیح مع تلویح ص۴۸۵]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال بعض وہ ہیں جن میں امت پیروی کرے۔ یہ افعال مباح ومستحب و واجب وفرض ہیں۔ اور بعض وہ افعال ہیں جو امت کو پیروی کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ وہ یاتو حضور کی خصوصیت ہیں۔ یا پھر وہ زَلّت ہیں ، اور **زَلّت** پر ضرور من جانب اللہ **آگاہ فرمادیا** جاتا ہے تاکہ امت اُس فعل کی پیروی نہ کرے۔

واللّٰه اعلم بالصواب.

تابشِ ارشادِ سلف۔ شانِ علم۔

جرأت وجسارت شانِ علم سے بعید ہے۔ دوحرفی معلومات کا نام علم نہیں

—" من علی فی کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد ومراد و مرامِ علمائے اعلام تک رسائی اور "—

[فتاوی رضویه۳/۱۱۴ ، مترجم ۶/۳۱۳]

بلکہ ذخیرۂ معلومات بھی علم نہیں

قال عبد اللّٰہ ابن مسعود : لیس العلم کثرۃ الروایۃ ولکن العلم الخشیۃ.

[حلیۃ الاولیاء ۱/۱۷۹]

حضرتِ عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : علم کثرتِ روایات کا نام نہیں ، علم تو خشیتِ الٰہی ہے۔ جَلَّ وَعَلَا.

دنیامیں سرخروئی نہ ملے تو کیا؟...... آخرت میں سرخروئی ملنا بڑی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں اپنے نیک بندوں کے زیرِ سایہ رکھے۔

آمین یا اِلٰہُ العالمین بجاہ حبیبک المصطفیٰ وآلہ واصحابہ المجتبیٰ. مولایَ صلِّ وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی ابنہ الکریم الغوث الاعظم وعلینا معھم و فیھم وبھم ولھم ابدا.

والحمد للّٰہ رب العلمین فی الاولیٰ والآخرۃ.

فقط

فقیر محمد کوثر حسن قادری رضوی غفرلہ

نوری دارالافتاء

دارالعلوم نوری نوری نگر گدرہوا بلرامپور یوپی۔

۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ روزِ جاں افروز دوشنبہ ۱۷ - ۸ - ۲۰۲۰ء